وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

رسالہ

فضائلِ تجارت

از

عارف باللہ برکۃ العصر زبدۃ السلف حجۃ الخلف شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمّد زکریا صاحب کاندھلوی
قدّس اللہ سِرّہٗ

جس میں
فضائلِ تجارت، اسباب معاش، کسبِ حلال کی اہمیّت اور
حرام سے پرہیز کی ضرورت اور اکابر کے واقعات درج ہیں۔
نیز توکل وغیرہ پر مفصل کلام کیا ہے۔

ناشر: مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷۔ بہادر آباد۔ کراچی ۵

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

رسالہ

فضائلِ تجارت

از

عارف باللہ برکۃ العصر زبدۃ السلف حجۃ الخلف شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمّد زکریا صاحب کاندھلوی
قدّس اللہ سرّہٗ

جس میں
فضائلِ تجارت، اسباب معاش، کسبِ حلال کی اہمیّت اور
حرام سے پرہیز کی ضرورت اور اکابر کے واقعات درج ہیں۔
نیز توکل وغیرہ پر مفصل کلام کیا ہے۔

ناشر:۔ مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد کراچی ۵

فہرست فضائل تجارت

مضمون	صفحات	مضمون	صفحات
تمہید	۴	شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مکاشفہ	۴۹
حضرت تھانوی کا مضمون	۷	اکابر دیوبند اور ان کا مثالی توکل	۴۹
کمائی کی فضیلت کا بیان	۲۲	کمائی کے ذریعے اور ان میں افضل کی بحث	۵۲
توکل کا بیان	۲۲	جہاد دولت کمانے کا ذریعہ نہیں	۵۳
آیات	۲۲	دینی کاموں کیلئے کاروبار۔ تجارت سے افضل ہے	۵۳
احادیث	۲۳	حضرت سہارنپوری کا تنخواہ لینے سے انکار	۵۴
توکل کے چند واقعات	۲۳	حضرت نانوتوی کا علیگڑھ پڑھانے کیلئے جانا	۵۵
ایک نوجوان کا قصہ جس کو کسی نے دو درہم		حضرت نانوتوی کا ملازمت بھوپال سے انکار	۵۶
دیئے چاہیے تھے۔	۲۳	تعلیم پر اُجرت کی ممانعت اور ائمہ کا اختلاف	۵۷
ابراہیم خواص کا قصہ	۲۳	جھاڑ پھونک اور تعویذات پر اُجرت لینا	۵۸
مسلمان کی دعا بعض دفعہ مؤخر ہو جاتی ہے		اُجرت کی تعلیم کا جواز	۵۹
اور کافر کی جلد قبول ہوتی ہے۔	۳۵	حضرت تھانوی کا قصہ	۶۰
شیخ بنان کا قصہ اور ایک عورت کا یہ جواب		فصل۲ تجارت کے فضائل	۶۳
کہ تم تو حمال ہی نکلے۔	۳۶	زراعت اور اس کے فضائل	۷۱
ایک بزرگ کا متوکلانہ طور پر حج کو جانا		تین شخصوں کے قصے	۷۴
اور پھر راستہ میں پریشان ہونا۔	۳۶	حضرت نانوتوی کی غایت احتیاط	۷۶
عبدالواحد بن زید کا قصہ	۳۷	حضرت سہارنپوری کا قصہ	۷۶
ذوالنون مصری اور ایک متوکل نوجوان	۳۹	شیخ الاسلام حضرت مدنی کا واقعہ	۷۷
ابراہیم خواص اور ایک نصرانی	۴۰	تمام معاملات میں حدود شرع کی رعایت	
توکل سے متعلق تین اصول۔ اوّل محبت		ضروری ہے۔	۷۸
پر مبنی ہونا۔	۴۲	صفائی معاملات کا مضمون	۸۳
دوسرا اصول جب تک ملا کا درجہ حاصل نہ		مفتی محمد شفیع صاحب کا مضمون	۸۴
ہو توکل اختیار نہ کرے۔	۴۳	معاملات میں عالم اور جاہل کا فرق ذرا	
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غزوۂ		سے تغیر سے بات بدل جاتی ہے۔	۸۶
تبوک میں تمام مال پیش کر دینا۔	۴۴	اکل حلال کے بارے میں کتاب اکیاؤن کا مضمون	۸۹
تیسرا اصول، یہ واقعات بمنزلہ دوا کے ہیں۔	۴۷	ناپ تول میں کمی کا مضمون۔	۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد! بچا جان مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کے تعمیل ارشاد میں اس ناپاک و ناکارہ کے قلم سے فضائل اعمال کے سلسلہ میں چند رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ اور میری ناپاکی کے باوجود ان کے ارشاد کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مفید بھی ہوئے اور بہت کثرت سے شائع ہو رہے ہیں۔

اللھم لک الحمد کلہ ولک الشکر کلہ ، اللھم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک

انہوں نے اپنی حیات کے آخر میں دو رسالوں کے لکھنے کا بہت زور سے حکم فرمایا تھا۔ ایک انفاق فی سبیل اللہ، اور دوسرا فضائل تجارت، ان دونوں میں سے فضائل انفاق تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرصہ ہوا لکھا جا چکا۔ اور فضائل صدقات کے نام سے شائع ہوا۔ لیکن تجارت کے بارے میں باوجود ان کے تاکیدی حکم کے اب تک نہ لکھا جا سکا، وہ زمانہ ان کی شدت علالت کا تھا جس کی وجہ سے مجھے نظام الدین دہلی بار بار حاضر ہونا پڑتا تھا اور مدرسہ مظاہر علوم کے تعلیمی سال کے اختتام کی وجہ سے اور بالخصوص بخاری شریف کے اختتام کی وجہ سے بار بار سہارنپور بھی آنا ہوتا تھا کہ نہ یہاں قیام کر سکتا تھا نہ وہاں اس لئے ہر ہفتہ دو تین دن سہارنپور گذارتا اور دو تین دہلی جیسا کہ میں فضائل حج اور فضائل صدقات کے مقدمہ میں مختصراً لکھ بھی چکا ہوں۔ ان کے تاکیدی حکم کی وجہ سے تجارت کے فضائل میں ایک رسالہ ان کی حیات ہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد! بچا جان مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کے تعمیل ارشاد میں اس ناپاک و ناکارہ کے قلم سے فضائل اعمال کے سلسلہ میں چند رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ اور میری ناپاکی کے باوجود ان کے ارشاد کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مفید بھی ہوئے اور بہت کثرت سے شائع ہو رہے ہیں۔

اللھم لک الحمد کلہ ولک الشکر کلہ، اللھم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک

انہوں نے اپنی حیات کے آخر میں دو رسالوں کے لکھنے کا بہت زور سے حکم فرمایا تھا۔ ایک انفاق فی سبیل اللہ، اور دوسرا فضائل تجارت، ان دونوں میں سے فضائل انفاق تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرصہ ہوا لکھا جا چکا، اور فضائل صدقات کے نام سے شائع ہوا، لیکن تجارت کے بارے میں باوجود ان کے تاکیدی حکم کے اب تک نہ لکھا جا سکا، وہ زمانہ ان کی شدت علالت کا تھا جس کی وجہ سے مجھے نظام الدین دہلی بار بار حاضر ہونا پڑتا تھا اور مدرسہ مظاہر علوم کے تعلیمی سال کے اختتام کی وجہ سے اور بالخصوص بخاری شریف کے اختتام کی وجہ سے بار بار سہارنپور بھی آنا ہوتا تھا کہ نہ یہاں قیام کر سکتا تھا نہ وہاں اس لئے ہر ہفتہ دو تین دن سہارنپور گذارتا اور دو تین دہلی جیسا کہ میں فضائل حج اور فضائل صدقات کے مقدمہ میں مختصراً لکھ بھی چکا ہوں۔ ان کے تاکیدی حکم کی وجہ سے تجارت کے فضائل میں ایک رسالہ ان کی حیات ہی

میں شروع بھی کر دیا تھا۔ اور ایک خاکہ بھی لکھ دیا تھا جس میں اپنے طرز کے موافق چند ابواب، چند فصول، اور خاتمہ میں چند قصص کا اجمال لکھ کر ان کی خدمت میں پیش بھی کر دیا تھا مگر وہ اپنی علالت کی وجہ سے اسے سُن نہ سکے، میرا دل چاہتا تھا کہ وہ حیات میں سُن لیں اور جو کوتاہی یا کمی ہو اس پہ تنبیہ کر دیں تاکہ میں اس کے مطابق تکمیل کر سکوں لیکن اپنی شدت علالت کیوجہ سے وہ خود تو نہ سُن سکے۔ انہوں نے فرما دیا تھا کہ اس مسودہ کو میرے دوستوں کی جماعت کو دیدو کہ وہ اپنے علمی مذاکرہ میں اس پر غور کر لیں اور جو کمی زیادتی اس میں ہو اس پر متنبہ کر دیں، میرا تو دل چاہتا تھا کہ وہ خود سن لیتے تو زیادہ اچھا تھا مگر ان کی شدید علالت اور میری مسلسل دہلی میں عدم حاضری کیوجہ سے میں اس رسالہ کو چچا جان کو تو نہ سنا سکا۔ ان کی تعمیل حکم میں ان کی جماعت کے افراد کو دے آیا تھا۔ اور ایک آدھ پھیرے میں میں نے ان سے مطالبہ اور تقاضا بھی کیا مگر وہ بھی اپنے اپنے مشاغل اور چچا جان کی بیماری کیوجہ سے کہتے رہے کہ ابھی پورا نہیں ہو سکا اسی میں چچا جان کا انتقال ہو گیا نور اللہ تعالیٰ مرقدہ واعلی اللہ تعالیٰ مراتبہ۔ اور یہ ناکارہ ابتداً اپنے مشاغل کی کثرت بالخصوص مظاہر علوم کے تعلیمی اور انتظامی امور اور اپنے تالیفی سلسلہ کے بالخصوص احادیث کی شروح وغیرہ میں جو کام کر رہا تھا اس میں اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا جس کا بہت افسوس ہے، اب مدینہ منورہ کے چند سالہ قیام میں مدرسہ کی مشغولیت تو نہ رہی مگر اس کے بجائے امراض نے گھیر لیا اور پانچ چھ سال میں روز افزوں امراض کا شکار رہا مگر جب چچا جان کے تاکیدی حکم کا خیال آتا ہے تو اپنی عدم تعمیل پر بہت قلق ہوتا ہے، چند ماہ سے بہت ہی امراض نے گھیر رکھا ہے۔ کوئی علمی کام تو ہو نہیں سکا۔ بار بار اس رسالہ کی یاد ستاتی رہی کہ آج ۷ ار ذی الحجہ ۹۱ھ شب چہار شنبہ میں مسجد نبوی میں اس کی بسم اللہ تو کرا دی اور اپنے مخلص دوست صوفی اقبال صاحب جنکی کئی تصانیف میرے ہی کہنے سے لکھی جا چکی ہیں۔ اور شائع ہو چکی ہیں۔ ان سے درخواست کی ہے کہ اپنے پورا کرنے کی تو امید نہیں ہے وہ پورا کر دیں۔ مگر چچا جان کی توجہ سے خود ہی لکھوا دیا۔ اگرچہ اسوقت جو مضمون ذہن میں تھا وہ تو یاد رہا نہیں اور وہ مسودہ بھی

نہیں ملا اور چچا جان کے زمانہ کے علماء بھی جا چکے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو پورا کرائے
تاکہ چچا جان کے اعمال حسنہ میں یہ بھی داخل ہو جائے۔ میرا سابقہ مقدمہ تو باوجود تحقیقات
کے نہ مل سکا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اب کہاں ہے اس لئے از سر نو اب بسم اللہ
کرائی اور تبرکاً ابتدا میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی بہشتی زیور کا ایک مضمون نقل کروا رہا ہوں جسکو حضرت نے
بہشتی زیور حصہ ۵ کے ضمیمہ میں کسب حلال کے عنوان سے درج فرمایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حلال مال طلب کرنے کا بیان،

① حدیث میں ہے کہ حلال مال کا طلب کرنا فرض ہے بعد اور فرض کے، مطلب یہ ہے کہ حلال مال کا حاصل کرنا فرض ہے بعد اور فرضوں کے۔ یعنی ان فرضوں کے بعد جو ارکان اسلام ہیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ یعنی مال حلال کی طلب فرض تو ہے مگر اس فرض کا رتبہ دوسرے فرضوں سے کم ہے جو کہ ارکان اسلام ہیں، اور یہ فرض اس شخص کے ذمہ ہے جو مال کا ضروری خرچ کے لئے محتاج ہو خواہ اپنی ضرورت رفع کرنے کو یا اپنے اہل وعیال کی ضرورت رفع کرنے کو اور جس شخص کے پاس بقدر ضرورت موجود ہے۔ مثلاً صاحب جائداد ہے یا اور کسی طرح سے اس کو مال مل گیا تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا اس لئے کہ مال کو حق تعالیٰ شانہ نے حاجتوں کے رفع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ بندہ ضروری حاجتیں پوری کرکے اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہو کیونکہ بغیر کھائے پیئے عبادت نہیں ہو سکتی۔ پس مال مقصود لذاتہ نہیں بلکہ مطلوب لغیرہ ہے۔ سو جب ضرورت کے قابل میسر ہو گیا تو خواہ مخواہ حرص کی وجہ سے اس کو طلب کرنا اور بڑھانا نہیں چاہیئے۔ پس جس کے پاس قدر ضرورت موجود ہو اس پر بڑھانا فرض نہیں، بلکہ مال کی حرص خدا تعالیٰ سے غافل کرنے والی اور اس کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرنے والی ہے۔ خوب سمجھ لو اور اس بات کا لحاظ رہے کہ مال حلال میسر آوے، حرام کی طرف مسلمان کی بالکل توجہ نہیں ہونی چاہیئے اسلئے کہ وہ مال بے برکت ہوتا ہے۔ اور ایسا شخص جو کہ حرام خور ہو، دین و دنیا میں ذلت اور خدا تعالیٰ کی پھٹکار میں مبتلا رہتا ہے اور بعض جاہلوں کا یہ خیال کہ آجکل حلال مال کمانا غیر ممکن ہے۔ اور حلال مال ملنے سے مایوسی ہے، سراسر غلط اور شیطان کا دھوکہ

ہے۔ خوب یاد رکھو کہ شریعت پر عمل کرنے والے کی غیب سے مدد ہوتی ہے جس کی نیت حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی ہوتی ہے حق تعالیٰ اس کو ایسا ہی مال مرحمت فرماتے ہیں اور یہ امر مشاہدہ سے ثابت ہے اور قرآن و حدیث میں تو جا بجا یہ وعدہ آیا ہے۔ اس نازک زمانہ میں جن خدا کے بندوں نے حرام اور شبہ کے مال سے اپنے نفس کو روک لیا ہے ان کو حق تعالیٰ شانہٗ عمدہ حلال مال مرحمت فرماتے ہیں اور وہ لوگ حرام خوروں سے زیادہ راحت و عزت سے رہتے ہیں جو شخص اپنے ساتھ اور دوسرے حضرات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھتا ہے۔ اور جا بجا قرآن و حدیث میں یہ مضمون پاتا ہے وہ ایسے جاہلوں کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کرسکتا اور اگر کسی معتبر کتاب میں ایسی باتیں نظر سے گذریں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے۔ پس جب وہ مضمون دیکھو تو کسی پکے دیندار عالم سے اس کا مطلب دریافت کرو انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری تسلی ہو جائے گی اور ایسی بیہودہ باتوں کا وسوسہ دل سے نکل جائیگا خوب سمجھ لو۔ لوگ مال کے باب میں بہت کم احتیاط کرتے ہیں۔ ناجائز نوکریاں کرتے ہیں دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں یہ سب حرام ہے۔ اور خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی بات کی کمی نہیں جس قدر تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور مل کر رہیگا پھر بدنیتی کرنا۔ اور دوزخ میں جانے کی تیاری کرنا کونسی عقل کی بات ہے چونکہ لوگوں کو مال حلال کی طرف توجہ بہت کم ہے اس لئے بار بار تاکید سے یہ مضمون بیان کیا گیا۔ دنیا میں اصل مقصود انسان اور جن کی پیدائش سے یہ ہے کہ انسان اور جن حق تعالیٰ کی عبادت کریں لہٰذا اس بات کا ہر معاملہ میں خیال رکھو، اور کھانا پینا اسلئے ہے کہ قوت پیدا ہو جس سے خدا کا نام لے سکے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ شب و روز لذتوں میں مشغول رہے اور اللہ میاں کو بھول جاوے اور ان کی نافرمانی کرے۔ بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ دنیا میں فقط کھانے پینے اور لذتیں اڑانے کیلئے آئے ہیں سخت بددینی کی بات ہے اللہ تعالیٰ جہالت کا ناس کرے کیسی بری بلا ہے۔

(۳) حدیث میں ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی نے

نہیں کھایا کوئی کھانا کبھی بہتر اس کھانے سے جو اپنے دونوں ہاتھوں کے عمل سے ہو اور بیشک خدا کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے کھاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی بہت عمدہ چیز ہے۔ مثلاً کوئی پیشہ کرنا یا تجارت کرنا وغیرہ، خواہ مخواہ کسی پر بوجھ ڈالنا نہ چاہیئے۔ اور پیشے کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے۔ جب اس قسم کے کام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کئے ہیں تو اور کون ایسا شخص ہے جس کی آبرو ان حضرات سے بڑھکر ہے بلکہ کسی کی ان حضرات کے برابر بھی، نہیں۔ ان سے بڑھ کر تو کیا ہوتی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی نبی ایسے نہیں ہوئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ خوب سمجھ لو، اور جہالت سے بچو، اور بعضے لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی کے پاس مال حلال ہو مگر اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا نہ ہو بلکہ میراث میں ملا یا اور کسی حلال ذریعے سے میسر آیا ہو تو خواہ اپنے کمانے کی فکر کرتے ہیں اور اس کو عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے۔ بلکہ ایسے شخص کے لئے عبادت میں مشغول ہونا بہتر ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اطمینان دیا اور رزق کی فکر سے فارغ البال کیا تو پھر بڑی ناشکری ہے کہ اس کا نام اچھی طرح نہ لیوے اور مال ہی کو بڑھائے جاوے بلکہ مال حلال تو جسطرح سے میسر آوے بشرطیکہ کوئی ذلت نہ اٹھانی پڑے وہ سب عمدہ ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کی بڑی قدر کرنی چاہیئے۔ اور انتظام سے خرچ کرنا چاہیئے فضول نہ اڑانا چاہیئے۔ اور حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ لوگ اپنا بار کسی پر نہ ڈالیں اور لوگوں سے بھیک نہ مانگیں جب تک کوئی خاص ایسی مجبوری نہ ہو جس کو شریعت نے مجبوری قرار دیا ہو۔ اور پیشہ کو حقیر نہ سمجھے اور حلال مال طلب کرے۔ کمائی کو عیب نہ سمجھیں سو اسوجہ سے یہ مضمون مبالغہ کے طور پر بیان فرمایا گیا تاکہ لوگ اپنے ہاتھ سے کمانے کو برا نہ سمجھیں اور کمائیں اور کھائیں اور کھلائیں اور خیرات کریں۔ حدیث کی یہ غرض نہیں ہے کہ سوائے اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کسی طرح سے جو حلال مال ملا ہو وہ حلال نہیں یا ہاتھ کی کمائی کے برابر نہیں بلکہ بعض مال اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھکر ہوتا ہے اور بعضے ناواقف سچے خاصان خدا پر جو متوکل ہیں طعن کرتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث

پیش کرتے ہیں۔ جو مذکور ہوئی کہ ان کو اپنے ہاتھ سے کمانا چاہیئے۔ محض توکل پر بیٹھنا اور نذرانوں سے گذر کرنا اچھا نہیں۔ یہ ان کی سخت نادانی ہے اور یہ اعتراض جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے ڈرنا چاہیئے، سخت اندیشہ ہے کہ ان بزرگوں کی بے ادبی اور ان پر لعن طعن سے دارین میں بلا نازل ہو اور طعن کرنے والوں کو ہلاک کردے بلکہ اولیاء اللہ کی بے ادبی سے ایمان جاتے رہنے اور بُرا خاتمہ ہونے کا اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دن سے پہلے ناپید کردے جس دن بزرگوں پر اعتراض کرے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن اور حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ انصاف سے اور طلب حق کے لئے تأمل کیا جاوے کہ جس شخص میں توکل کی شرطیں پائی جاویں تو اس کے لئے توکل کرنا کمانے سے بدرجہا افضل ہے اور یہ اعلیٰ مقام ہے مقامات ولایت سے، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خود متوکل تھے اور جو آمدنی متوکل کو ہوتی ہے وہ ہاتھ کی کمائی سے بہت بہتر ہے اور اس میں خاص برکت اور خاص نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ مرحمت فرمایا ہے۔ اور بصیرت اور فہم اور نور عطا فرمایا ہے وہ کھلی آنکھوں اس کی برکت دیکھتا ہے اور اس کی تفصیل بیان کسی خاص موقع پر کیا جاوے گا چونکہ یہ مختصر رسالہ ہے۔ اس لئے طوالت کی گنجائش نہیں، اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ قول سراسر غلط ہے جیسا کہ بیان ہوا اور بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ ایک تو خود نیک کام سے محروم رہو اور دوسرا کرے تو اس پر لعن طعن کرو بھلا حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے جبکہ اس کے دوستوں کے درپے ہوتے ہو، اور علاوہ فائدہ مذکورہ کے توکل اختیار کرنے میں بہت سے دینی فائدے ہیں۔ اور وہ متوکلین جو مخلوق کی تعلیم کرتے ہیں ان کی خدمت کرنا تو بقدر ان کے ضروری خرچ پورا ہونے کے فرض ہے۔ سو اپنا حق نذرانے سے لینا کیوں بُرا سمجھا گیا جبکہ غیر متوکلین بھی اپنے حقوق مار دھاڑ سے لڑائی لڑ کر وصول کرتے ہیں حالانکہ متوکلین تو بہت تہذیب اور لوگوں کی بڑی آرزو کرنے سے اپنا حق قبول کرتے ہیں۔ اور نذرانہ قبول کرنے میں جبکہ ذلت نہ ہو۔ اور استغنا اور بے پروائی سے لیا جاوے خصوصًا جبکہ اس کے واپس

کرنے میں دینے والے کی سخت دل شکنی ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں بھلائی ہے یا برائی ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات جو سچے متوکل ہیں ان کو بڑی عزت سے روزی میسر ہوتی ہے مگر ان کی نیت اور توجہ محض خدا کے بھروسہ پر ہوتی ہے مخلوق کی طرف نگاہ نہیں ہوتی اور جو طمع رکھے مخلوق سے اور نگاہ کرے ان کے مال پر وہ دغا باز ہے وہ ہمارے اس کلام سے خارج ہے۔ ہم نے تو سچے توکل والے کی حالت بیان کی ہے۔ کسی کو حقیر سمجھنا خصوصاً خاصان خدا کو بڑا سخت گناہ ہے۔ اور ان حضرات کا اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ نفع ہے کہ بُرا کہنے والوں کی نیکیاں قیامت کے روز ان کو ملیں گی۔ تباہی تو ان کی ہے جو بُرا کہتے ہیں کہ دین و دنیا تباہ ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ توکل کی اجازت ہر شخص کو شریعت نے نہیں دی ہے اس کی ہمت کرنا اور اس کی شرطوں کو پورا کرنا بہت دشوار ہے۔ اسی وجہ سے ایسے حضرات بہت کم پائے جاتے ہیں گویا کہ معدوم ہیں۔ اور بہت اچھی چیز ہمیشہ کم ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بیحد شکر ہے کہ یہ مقام محض معمولی توجہ سے بہت عمدہ تحریر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو عمل کی توفیق دے آمین۔

(۳) حدیث میں ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ طیب ہے۔ یعنی کمالات کے ساتھ موصوف اور تمام عیبوں سے پاک ہے۔ نہیں قبول کرتا ہے مگر طیب کو، یعنی اللہ تعالیٰ طیب مال، یعنی حلال مال قبول فرماتا ہے، حرام مال وہاں مقبول نہیں۔ بلکہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کرکے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے حکم کیا مؤمنوں کو اس چیز کا جس کا کہ حکم فرمایا مرسلین یعنی رسولوں کو۔ پس فرمایا اے رسولو! کھاؤ پاک چیزیں یعنی حلال، اور عمل کرو اچھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تمکو دی ہیں پھر ذکر فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کا جو لمبا سفر کرتا ہے۔ حج کرنے، علم طلب کرنے وغیرہ کو اس حال میں کہ پراگندہ حال اور گرد آلودہ ہوتا ہے۔ سفر کی مشقت سے اور ہاتھ، بڑھاتا ہے۔ آسمان کی طرف اور کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار یعنی اللہ پاک سے بار بار سوال کرتا ہے کہ رحم فرما کر مقصود عطا کر دے، حالانکہ اس کا

کھانا حرام ہے اور اس کا پہننا حرام ہے۔ اور اس کا لباس حرام ہے یعنی خورد و نوش، اور لباس مال حرام سے حاصل کرتا ہے اور پالا گیا مال حرام سے، یعنی مال حرام سے گزر کرتا ہے اسی سے پرورش پائی ہے۔ ہاں جس کو والدین نے نابالغی کی حالت میں مال حرام سے پرورش کیا ہو اور بالغ ہو کر اس نے حلال مال حاصل کیا اور اس کو اپنی خورد و نوش اور لباس میں صرف کیا تو وہ شخص اس حکم سے خارج ہے، نابالغ ہونے کی حالت کا گناہ فقط والدین پر ہے پس کیونکر قبول کی جاوے گی۔ وہ دعا اس کے لئے، یعنی باوجود اتنی مشقتوں کے مال حرام کے استعمال کی وجہ سے ہرگز دعا مقبول نہ ہو گی اور اگر کبھی مقصود حاصل بھی ہو گیا تو وہ دعا کے سبب نہیں بلکہ اس کا حاصل ہونا تقدیر الٰہی کی وجہ سے ہے جیسے کہ کافروں کے مقصود پورے ہو جاتے ہیں اور دعا کے مقبول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ پر نظر رحمت فرمائیں اور اس رحمت کی وجہ سے اس کو اس کا مطلوب عطا فرمائیں اور اس طلب پر ثواب عنایت ہو سو یہ بات اسی کو میسر ہوتی ہے جو شریعت کا پابند ہے اور اللہ پاک سے مقصود طلب کرے یہاں سے معلوم ہوا کہ حلال کھانے میں بڑی برکت ہے اور واقعی اس کی خاص تاثیر ہے۔ اور ایسا مال کھانے سے نیکی کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اعضا عقل کی تابعداری کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا و مولانا ابو حامد محمد غزالی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ ایک بہت بڑے درویش سے یعنی حضرت سہیل سے نقل فرماتے ہیں کہ جو حرام کھاتا ہے۔ اعضاء اس کی عقل کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی عقل نیکی کا حکم کرتی ہے اور وہ اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ مگر یہ بات ان ہی حضرات کو معلوم ہوتی ہے جن کے دل کی آنکھیں روشن ہیں۔ ورنہ جن کا دل سیاہ ہے وہ تو شب و روز اس میں مشغول رہتے ہیں اور خوب لذت اڑاتے ہیں اور ان کو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ قلب کے حسن اور دل کی بینائی اور بصیرت کو قائم رکھے آمین۔

(۴) حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑے عالم اور زاہد اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھے ایک درہم مشتبہ مال کا لوٹا دینا جو مجھے ملے خواہ ہدیہ کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح، زیادہ محبوب ہے چھ لاکھ درہم خیرات کرنے سے یہاں

سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ مشتبہ مال کی کیا قدر ہے۔ افسوس کہ لوگ صریح حرام بھی نہیں چھوڑتے روپیہ ملے، کسی طرح ملے، اور حضرات بزرگان دین مشتبہ مال کو اسقدر برا سمجھتے تھے حرام مال سے بچنا سب کے ذمہ ضروری ہے۔ اس سے بہت بڑی احتیاط لازم ہے کہ برا مال کھانے سے چند خرابیاں نفس میں پیدا ہوتی ہیں یہ انسان کا ہلاک کرنے والا ہے۔

⑤ حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ظاہر ہے، اور حرام ظاہر ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں یعنی ان کے حلال اور حرام ہونے میں شبہ ہے، بعضے اعتبار سے ان کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعضے اعتبار سے ان کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے اور کم ہیں ایسے لوگ جو ان کو جانتے ہیں اور وہ بڑے بڑے عالم متقی ہیں جو اپنے علم پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں۔ پس جس شخص نے پرہیز کیا ہے شبہ کی چیزوں سے بچا لیا ہے۔ اس نے اپنے دین کو یعنی عذاب دوزخ سے پناہ ملگئی، اور اپنی آبرو، یعنی طعنہ دینے والوں سے اپنی آبرو بچالی، اس لئے کہ خلاف شرع شخصوں کو لوگ طعن دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دین و دنیا کی بے عزتی سے بچنا ہر ذی عقل پر ضرور ہے۔ اور جو شخص واقع ہوا شبہ کی چیزوں میں وہ واقع ہوگا حرام، میں یعنی جو شخص شبہ کی باتوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ رفتہ رفتہ صریح حرام باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جہاں نفس کو ذرا گنجائش دی گئی وہ رفتہ رفتہ اسقدر خرابی برپا کرتا ہے کہ خدا کی پناہ ہلاک ہی کر دیتا ہے، سو جو شخص مال کے بارے میں احتیاط نہ کرے جو ملے قبول کرلے، کسی شبہ کی پرواہ ہی نہ کرے وہ عنقریب حرام کھانے لگے گا۔ نفس کو ہمیشہ شریعت کا قیدی بنا کر رکھنا چاہیئے، کبھی آزادی نہ دے۔ اور گو ایسے شبہ کا مال کھانا جس کا یہ حال معلوم نہ ہو کہ اس میں کتنا حلال ملا ہے اور کتنا حرام، جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ اور رفتہ رفتہ شبہ سے صریح حرام میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ لہذا چاہیئے کہ شبہ کی باتوں سے بھی بچے کہ اصل مقصود اور ہمت کی بات یہی ہے خوب سمجھ لو، مثل اس چرواہے کے جو چراتا ہے گرد اس چراگاہ کے جس کو بادشاہ نے اپنے جانور چرانے کے لئے خاص کرلیا ہے، قریب ہے یہ کہ چرادے اس چراگاہ میں، یعنی جو ایسی چراگاہ کے گرد چراتا ہے وہ

عنقریب خاص چراگاہ میں چر لینے لگے گا، یا تو اس طرح کہ جانوروں کا اس طریق پر چرنا کہ
اس سے بچے رہنے کی تدبیر نہیں دشوار ہے یا اس طرح کہ خود چرواہے کو عنقریب ایسی طبیعت ہو
جائے گی کہ وہ اس قدر احتیاط نہ کرے گا۔ اسی طرح نفس کو احتیاط نہیں ہوتی اور کبھی تو
ابتدا ہی سے جہاں مشتبہ کے درجہ پر پہنچا حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کبھی کچھ دنوں کے بعد یہ
حالت ہوتی ہے، اور یاد رکھنا چاہیئے کہ خود رو گھاس کی چراگاہ کو صرف اپنے لئے خاص کر لینا
اور اس میں دوسروں کو اس میں چرنے سے روکنا زمینداروں کو جائز نہیں اور یہاں تو
فقط مثال بیان کرنا مقصود ہے۔ آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور آگاہ رہو کہ
اللہ تعالیٰ کی چراگاہ جس کی حفاظت کی گئی ہے اس کے محارم ہیں، یعنی جن چیزوں کو اس نے
حرام فرما دیا ہے۔ تو جو شخص ان حرام چیزوں میں واقع ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی خیانت کرتا ہو
اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کی خیانت کرنا بغاوت ہے اور حق تعالیٰ شانہ چونکہ اعلیٰ درجہ کے بادشاہ
ہیں لہٰذا ان کی خیانت اعلیٰ درجہ کی بغاوت ہے جس کی سزا بھی بہت بڑی ہے آگاہ رہو کہ
انسان کے بدن میں ایک بوٹی ہے جبکہ وہ درست ہوگی اور اس میں باطنی یا ظاہری خرابی نہ
پیدا ہوگی، کل بدن درست ہوگا اور جبکہ وہ فاسد اور خراب ہوگی تو خراب ہوگا تمام بدن
آگاہ رہو کہ وہ بوٹی دل ہے یعنی دل سلطان البدن ہے۔ قلب کی درستی سے تمام اعضا کی
درستی ہوتی ہے اور قلب کی درستی موقوف ہے اطاعت الٰہی پر، گناہ کرنے سے دل اندھا ہو
جاتا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ نیکیوں کا وجود موقوف ہے قلب کی درستی اور صفائی پر اور قلب
کی صفائی میں اکل حلال کو خاص دخل ہے۔ پس اس سے ترغیب ہوگئی اہتمام اکل حلال پر
(۶) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہلاک کرے اللہ
تعالیٰ یہود کو، حرام کی گئیں ان پر چربیاں (یعنی گائے اور بکری کی چربی جیسا کہ قرآن مجید
میں ہے) پس انہوں نے اس چربی کو گلایا پھر انہوں نے اس کو فروخت کیا یعنی حیلہ یہ کیا
کہ خود چربی نہیں کھائی بلکہ اس کے دام کھائے اور اس کو یہ سمجھے کہ یہ چربی کھانا نہیں ہے
حالانکہ اس حکم کا حاصل یہ تھا کہ چربی سے بالکل منتفع مت ہو، اس میں بیچ کر دام کھانا بھی
داخل تھا، آجکل بعضے سود خوروں نے اسی قسم کے حیلے پیدا کر لئے ہیں تاکہ ظاہر میں سود

کھاویں لیکن حق تعالیٰ عالم الغیب ہے نیت کو خوب جانتا ہے ہرگز ہرگز ایسے حیلے نکالنا روا نہیں۔

(۷) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں، ہے یہ بات کہ کماتے بندہ مال حرام کو پس صدقہ دے اس میں سے سو اس سے قبول کیا جاوے اور نہ یہ کہ خرچ کرے اس میں سے پس برکت دی جائے اس کے لئے اس مال میں اور نہ یہ کہ چھوڑے اپنے پیچھے مگر ہو وہ چھوڑنا توشہ اس کے لئے پہنچانے والا دوزخ کی طرف یعنی مال حرام کما کر اگر صدقہ کرے مقبول نہ ہوگا اور خاک ثواب نہ ملیگا بلکہ بعض علماً نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی اُمید رکھنا کفر ہے، اور فقیر جسکو مال حرام دیا گیا ہے اس نیت سے کہ دینے والے کو ثواب ہو اگر جانتا ہے کہ یہ مال اس طرح کا مجھے دیا گیا ہے اور وہ باوجود جاننے کے خیرات دینے والے کو دعا دے تو وہ بھی ان علماء کے قول پر کافر ہو جائے گا اور اگر ایسا مال کسی اور خرچ میں لگایا جائے تو بھی کچھ برکت نہ ہوگی اور اگر اپنے بعد ایسا مال چھوڑے گا تو اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا۔ کھاویں گے وارث اور عذاب میں یہ مبتلا ہوگا، غرض مال حرام میں بجز ضرر کے کوئی نفع نہیں بیشک اللہ تعالیٰ نہیں دور کرتا ہے بُرائی کو بُرائی کے ذریعے سے پس چونکہ حرام مال خیرات کرنا منع ہے اور گناہ ہے سو اس گناہ کے ذریعے سے اور گناہ نہیں معاف ہو سکتے۔ لیکن دور کرتا ہے برائی کو بھلائی سے، پس حلال مال صدقہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے جبکہ باقاعدہ اور شریعت کے موافق خیرات کرے، تحقیق خبیث یعنی مال حرام نہیں دور کرتا ہے خبیث کو یعنی گناہ کو۔

(۸) حدیث میں ہے جنت میں وہ گوشت نہ داخل ہوگا جو پلا ہے اور بڑھا ہے مال حرام سے اور ہر ایسا گوشت جو پلا بڑھا ہے مال حرام سے جہنم ہی اس کے لائق ہے۔ یعنی، حرام خور جنت میں بغیر سزا بھگتے داخل نہ ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ کفار کی طرح کبھی داخل جنت نہ ہوگا۔ بلکہ اگر وہ اسلام پر مرا اور تھا حرام خور تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جاوے گا۔ اور اگر حرام کھانے سے توبہ کرے مرنے سے پہلے اور

جس کا حق اس کے ذمہ ہو وہ ادا کر دے تو البتہ حق تعالیٰ اس کا یہ گناہ معاف فرمائیں گے۔ اور اس حدیث میں جو عذاب مذکور ہے اس سے محفوظ رہے گا۔

(۹) حدیث میں ہے کہ بندہ نہیں ہوتا ہے پورے پرہیزگاروں میں سے یہاں تک چھوڑ دے اس چیز کو جس میں کچھ ڈر نہیں بسبب اس چیز کے جس میں اندیشہ ہے۔ یعنی کوئی چیز بالکل حلال ہے اور کوئی کام مباح اور جائز ہے مگر اس میں متوجہ ہونے سے اور ایسے مال کے کھانے سے کسی گناہ ہو جانے کا ڈر اور احتمال ہے تو اس حلال مال کو بھی نہ کھائے اور ایسے جائز کام کو بھی نہ کرے اس لئے کہ اگرچہ یہ کام کرنا اور یہ مال کھانا گناہ نہیں مگر اس کے ذریعہ سے گناہ ہو جانے کا ڈر ہے اور بُرے کام کا ذریعہ بھی بُرا ہوتا ہے مثلاً عمدہ عمدہ کھانے اور لباس میں مشغول ہونا جائز اور حلال ہے مگر چونکہ حد سے زیادہ لذتوں میں مشغول ہونے سے گناہوں کے صادر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے کمال تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی پرہیزگاری یہ ہے کہ ایسے کاموں سے بھی بچے۔ یا شبہ کا مال کھانا مکروہ ہے۔ مگر اس میں ہمت کھانے کی کرنے سے اندیشہ ہے کہ عنقریب نفس ایسا بے قابو ہو جائے گا کہ حرام کھانے لگے تو ایسے مال سے بھی بچنا چاہیئے۔

(۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کو خراج دیتا تھا (یہاں خراج سے وہ محصول مراد ہے جو غلام پر مقرر کیا جاتا ہے اس کی ساری کمائی میں سے کچھ کمائی مالک لیتا ہے) پس حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ محصول اس غلام کا کھانے سے سو لایا وہ ایک دن کچھ کھانے کی چیز اور حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو غلام نے کہا تمہیں معلوم ہے کیا تھی یہ چیز جسے تم نے کھایا (اور کہاں سے آئی) پس فرمایا حضرت ابو بکرؓ نے کونسی چیز تھی وہ جسے میں نے کھایا۔ اس نے کہا میں نے جاہلیت کے زمانے میں یعنی اسلام سے پہلے ایک آدمی کو کاہنوں کے قاعدہ سے کوئی خبر دی تھی اور میں اس کام کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا۔ (یعنی کاہن لوگ جس طرح کچھ باتیں بتلاتے ہیں اور وہ کبھی جھوٹ اور غلط اور کبھی سچ اور صحیح ہو جاتی ہیں۔ اور اس کا سچ ملنا منع ہے اور جو اس فن کے انہوں نے قاعدے

مقرر کئے ہیں۔ میں ان سے اچھی طرح واقف نہ تھا۔ مگر بیشک میں نے اس آدمی کو دھوکہ دیا پھر وہ مجھے ملا سو اس نے مجھے وہ چیز جو آپ نے کھائی دی بذریعہ اس کے، یعنی جو بات میں نے اس کو بتلادی تھی اس کے عوض، تو وہ یہ چیز ہے جس میں سے آپ نے کھایا۔ پس داخل فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ حلق میں پھر قے فرمایا، یعنی نکالدیا تمام اس چیز کو جو ان کے پیٹ میں تھا، یعنی احتیاط اور کمال تقویٰ کی وجہ سے کھانا پیٹ کے اندر کا نکالدیا کیونکہ خاص اس کھانے کا نکالنا تو غیر ممکن تھا سو تمام پیٹ خالی کر دیا، حالانکہ اگر آپ قے نہ فرماتے جب بھی گناہ نہ ہوتا۔

(۱۱) حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی کپڑا دس درہم کو خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا نہ قبول فرمائے گا حق تعالیٰ اس کی نماز جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا۔ یعنی گو فرض ادا ہو جائے گا۔ مگر نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا، اور اسی طرح اور اعمال کو بھی قیاس کرو خدا سے ڈرنا چاہیئے کہ اول تو لوگوں سے عبادت ہی کیا ہوتی ہے اور جو ہوتی ہے وہ اس طرح ضائع ہو پھر کیا جواب دیا جائے گا۔ قیامت کے روز اور کیسے عذاب دردناک کی برداشت ہوگی۔

(۱۲) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بے شک میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا ہوں جو تمہیں جنت سے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے۔ مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس کا حکم کر دیا ہے، یعنی جنت میں داخل کرنے والے اور دوزخ سے ہٹانے والے سب اعمال میں نے تمکو بتلا دیئے ہیں۔ اور میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جو تمہیں جنت سے دور کر دے اور دوزخ سے تم کو قریب کر دے مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس سے منع کر دیا ہے، یعنی دوزخ میں داخل کرنے والے اور جنت سے ہٹا دینے والے کاموں سے تمکو روک چکا ہوں کہ ایسے کام مت کرو، اور بے شک روح الامین یعنی جبرئیلؑ نے میرے دل میں ڈالدیا ہے کہ بیشک کوئی نفس ہرگز نہ مرے گا یہاں تک کہ پورا لیلے اپنا رزق، یعنی تقدیر میں جو رزق ہر مخلوق کی لکھا جا چکا ہے۔ بغیر اس قدر ملجانے کے پہلے کوئی نہیں مر سکتا، اگرچہ وہ رزق دیر میں ملے، یعنی ملنا ضرور

ہے۔ جس وقت پر لکھ دیا ہے اسی وقت پہنچے گا۔ نیت خراب کرنے اور حرام کمانے سے جلدی نہیں مل سکتا، خدا سے ڈرو یعنی اس پر بھروسہ کرو اور اس کے وعدے کا یقین کرو پس حرام کمانے سے بچو اور اختصار اختیار کرو طلب رزق میں یعنی بیحد دنیا کے کمانے میں مشغول نہ ہو، حرص نہ کرو، شرع کے خلاف کمائی سے بچو، اور ہرگز نہ آمادہ کرے تم کو دیر لگنا رزق ملنے میں اس بات پر کہ تم طلب کرنے لگو اس کو خدا تعالیٰ کی معصیت سے یعنی اگر روزی ملنے میں دیر ہو تو گناہ اور حرام ذریعوں سے رزق حاصل نہ کرو، اس لئے کہ وقت سے پہلے ہرگز نہ ملے گا خواہ مخواہ گناہ بے لذت میں مبتلا ہوگے۔ اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ نہیں حاصل کی جاتی وہ چیز جو اس کے پاس ہے رزق، اور اس کے سوا جو چیز ہے۔ اس کی معصیت کے ذریعے سے، رواہ ابن ابی الدنیا فی القناعۃ، والبیہقی فی المدخل، وقال انہ منقطع۔ ونص الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لا اعلم شیئا یقربکم من الجنۃ ویبعدکم من النار الا امرتکم بہ، ولا اعلم شیئا یبعدکم من الجنۃ ویقربکم من النار الا نھیتکم عنہ، وان الروح الامین نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستوفی رزقھا وان ابطاء عنھا فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب ولا یحملنکم استبطاء شیء من الرزق ان تطلبوہ بمعصیۃ اللہ تعالیٰ۔ ولا ینال ما عندہ من الرزق وغیرہ بمعصیۃ

(۱۳) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دس حصوں میں سے نو حصے رزق تجارت میں ہے۔ یعنی تجارت بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہے، اس کو اختیار کرو۔

(۱۴) حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس مومن کو جو محنتی ہو اور شریعہ ہو، نہیں پرواہ کرتا ہے کہ کیا پہنتا ہے یعنی محنت ومشقت میں معمولی میلے کپڑے پہنتا ہے۔ اتنی فرصت نہیں اور ایسا موقع نہیں جو کپڑے زیادہ صاف رکھ سکے، لیکن جو شخص مجبور نہ ہو اس کو سادگی کے ساتھ صاف رہنا چاہیئے۔

(۱۵) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کہ میری طرف وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں، اور میں تجارت کرنے والوں میں سے ہوں، اور لیکن یہ وحی کی گئی ہے مجھکو کہ اللہ کی تسبیح (پاکی بیان کرنا یعنی سبحان اللہ کہنا) کرو اس کی حمد کے ساتھ یعنی اس کی تعریف بیان کرو، یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ پڑھو اور ہو جاؤ سجدہ کرنے والوں میں سے یعنی نماز پر ہمیشگی کرو اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمکو موت آجائے، یعنی حاجت سے زیادہ دنیا میں مشغول نہ ہو، کیونکہ بقدر ضرورت معاش کا بندوبست کرنا سب پر واجب ہے۔ ہاں جس میں توکل کی قوت ہو اور سب شرطیں اس میں توکل کی جمع ہوں ایسا شخص البتہ سب کام چھوڑ کر محض عبادت علمیہ وعملیہ میں مشغول ہو جائے۔

(۱۶) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں فرمایا جناب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے رحم کرے اللہ تعالیٰ آدمی نرمی کرنے والے پر جس وقت کوئی چیز فروخت کرے اور جس وقت کچھ خریدے اور جس وقت قرض طلب کرے سبحان اللہ خرید وفروخت اور قرض طلب کرنے کی حالت میں نرمی اور رعایت کرنے کا کس قدر بڑا درجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ایسے شخص کے حق میں خاص طور پر دعا فرماتے ہیں اور آپ کی دعا یقیناً مقبول ہے، اگر اس نرمی کے برتاؤ کی فقط یہی فضیلت ہوتی اور اس کے سوا کچھ ثواب نہ ملتا تو یہی بہت بڑی نعمت تھی حالانکہ اس رعایت اور نرمی کا ثواب بھی ملے گا۔ لہٰذا تاجروں کو مناسب ہے کہ اس صحیح حدیث پر عمل کرکے جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے محل کرم ہوں، نیز دنیا کا اس برتاؤ میں یہ نفع ہے کہ ایسے شخص کے معاملہ سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور تجارت خوب چلتی ہے، لوگوں کا رجوع ایسے معاملہ کرنے والے کی طرف بہت ہوتا ہے اور بعض اوقات خوش ہو کر دعا بھی دیتے ہیں، واقعی بات یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنے والا دین ودنیا میں گویا بادشاہ ہو کر رہتا ہے اور بڑی

راحت سے گذرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہے جس کو دارین کی برکتیں حاصل ہوں۔ اور خدا کے نزدیک اور اکثر لوگوں کے نزدیک بھی محبوب اور عزیز ہے۔

ورواہ البخاری بلفظ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رحم اللہ رجلاً سمحاً اذا باع و اذا اشتری و اذا اقتضی۔

(۱۷) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بچو تم زیادہ قسم کھانے سے بیچنے میں، یعنی اس خیال سے کہ ہمارا مال خوب بکے بہت قسمیں نہ کھاؤ۔ کیونکہ زیادہ قسم کھانے میں کوئی نہ کوئی قسم ضرور جھوٹ نکلے گی اور پھر اس سے بے برکتی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے، ہاں کبھی اگر ایسا کرو تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ تحقیق وہ کثرت سے قسم کھانا رواج دیتا ہے۔ مال کو اور لوگوں کو قسم کی وجہ سے مال کے متعلق جو امور ہوتے ہیں ان کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ پھر بے برکت کر دیتا ہے جس سے دین و دنیا کی منفعت سے محرومی ہوتی ہے۔

(۱۸) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کرنے والا سچا گفتگو میں اور برتاؤ میں بڑا امانت دار، قیامت میں انبیاء اور صدیقین، یعنی جو بڑے بڑے خدا کے ولی ہیں اور جنہوں نے ہر قول اور ہر فعل میں، اعلیٰ درجہ کی سچائی اختیار کی ہے اور اللہ میاں کی نہایت اعلیٰ درجہ کی اطاعت کی ہے اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا، یعنی ایسے تاجر کو جس کی یہ صفتیں ہوں جو بیان کی گئیں قیامت کے روز حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی۔ اور ساتھ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ان حضرات کے برابر رتبہ ملیگا ویسے گا بلکہ ایک خاص قسم کی بزرگی مراد ہے جو بڑوں کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی بزرگ کی دنیا میں دعوت کرے اور ان کے ہمراہ ان کے خادموں کی بھی ضیافت کرے تو ظاہر ہے کہ ان بزرگ کے کھانا کھانے کی جگہ اور ان خدام کے کھانا کھانے کی جگہ نیز کھانا ایک ہی

ہوگا۔ لیکن جو درجہ ان لوگوں کے نزدیک ان بزرگ کا ہوگا۔ وہ خادموں کا نہیں مگر ہمراہی کا شرف دعزت، نیز کھانے اور مکان میں شرکت کا میسّر آنا ایک بہت بڑا کمال ہے۔ جو خادموں کو حاصل ہوا ہے۔ خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی ہمراہی بہت بڑی دولت ہے اگر فرض کرو کہ کھانا بھی میسّر نہ ہو، ہمراہی سے کچھ عزت بھی میسّر نہ ہو۔ فقط ہمراہی ہی میسّر ہو تو آپ سے محبت کرنے والے مسلمان کے لئے فقط آپ کا دیدار اور آپ کی ہمراہی ہی بڑی دولت ہے، بلکہ دیدار تو بڑی چیز ہے آپ کا پڑوس ہی بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اس دعاء متبرک کا مستحق ہونا ضرور مناسب ہے۔

(۱۹) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے اے گروہ تاجروں کے بیشک بیع ایسی چیز ہے جس میں اکثر لغو باتیں ہو جاتی ہیں۔ اور قسم کھائی جاتی ہے پس ملا لو اس میں صدقہ، یعنی لغو باتیں اور قسمیں کھانا بُری بات ہے لہٰذا صدقہ کرنا چاہیئے تاکہ ان لغویات وغیرہ کا جو کہ بلا قصد صادر ہو گئی ہیں کفّارہ ہو جائے اور قلب میں جو کدورت پیدا ہو گئی ہے وہ جاتی رہے اور لغو سے مراد بیکار کلام ہے۔

(۲۰) حدیث میں ہے کہ تجارت کرنے والے قیامت کے روز فاجر اور گنہگار اُٹھائے جاویں گے۔ مگر جو شخص ڈرا اور سچ بولا۔ (اور خرید و فروخت میں کوئی گناہ نہ کیا تو اس وبال سے بچ جاوے گا۔

یہاں تک بہشتی زیور کا مضمون ختم ہوا

فصل
کمائی کی فضیلت کے بیان میں

اس میں سب سے پہلے تو قرآن پاک کی آیات ہیں، امام غزالی نے احیاء العلوم کے باب آداب الکسب والمعاش میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس سے مختصر کر کے یہاں لکھتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۔ (پ سورۃ نبا)
اور بنایا دن کمائی کرنے کو۔ (فوائد القرآن)

اس آیت شریفہ کو اللہ جل شانہ نے احسان جتانے کے لئے بیان فرمایا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۔ (پ سورۃ اعراف)
اور ہم نے تمکو جگہ دی زمین میں اور مقرر کردیں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۔ (پ سورۃ مزمل)
اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں ڈھونڈنے اللہ تعالیٰ کے فضل کو۔ (فوائد القرآن)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ ۔ (پ سورۃ جمعہ)
پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ تعالیٰ کا۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے۔

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال طلب الحلال واجب علی کل مسلم (رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔

(رواہ الطبرانی والبیہقی)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا دوسرے فرائض کی ادائیگی کے بعد فرض ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایما رجل کسب مالا من حلال فاطعم نفسہ او کساھا فمن دونہ من خلق اللہ تعالیٰ کان لہ بہ زکوۃ۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ من طریق دراج عن ابی الہیثم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی حلال مال کما کر خود اپنے کھانے اور پہننے میں خرچ کیا یا اپنے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی دوسرے کو کھلایا یا پہنایا تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہوگا۔

وعن نصیح العنسی عن رکب المصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم طوبیٰ لمن طاب کسبہ (الحدیث)

(رواہ الطبرانی فی حدیث طویل)

حضرت رکب مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری ہو اس کے لئے جس کی کمائی پاک ہو۔

ترغیب وترہیب کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص، رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے سعد! اپنا کھانا پاک وحلال بنالو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے، اور قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی جان ہے بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس سے چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدہ۔

(رواہ البخاری وغیرہ)

وابن ماجۃ ولفظہ قال ماکسب الرجل کسبا اطیب من عمل یدہ وما انفق الرجل علی نفسہ واھلہ وولدہ وخادمہ فھو صدقۃ۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمائی نہیں اور جو مال حلال بھی آدمی خود اپنے پر اور اپنے اہل پر اور اپنی اولاد اور خادم پر خرچ کرے وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لان یحتطب احدکم حزمۃ علی ظھرہ خیر لہ من ان یسأل احدا فیعطیہ او یمنعہ۔

(رواہ مالک والبخاری ومسلم والنسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنی پشت پر لکڑیاں لاد کر اس کو بیچ کر کھائے یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے پھر وہ دے یا نہ دے۔

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ان رجلاً من الانصار اتی النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فسألہ فقال
اما فی بیتک شیء؟ قال بلیٰ حلس نلبس
بعضہ ونبسط بعضہ وقعب نشرب
فیہ من الماء قال ائتنی بھما فاتاہ
بھما، فاخذھما رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدہ، وقال
من یشتری ھذین؟ قال رجل انا،
آخذھما بدرھم، قال رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من
یزید علی درھم؟ مرتین او ثلاثاً
قال رجل انا آخذھما بدرھمین فاعطا
ھما ایاہ فاخذ الدرھمین فاتاھما
الانصاری وقال اشتر باحدھما
طعاما فانبذہ الی اھلک، واشتر
بالآخر قدوما فأتنی بہ، فاتاہ بہ فشد
فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
آلہ وسلم عوداً بیدہ، ثم قال اذھب
فاحتطب وبع ولا ارینک خمسۃ عشر
یوماً ففعل فجاء وقد اصاب عشرۃ
دراھم فاشتری ببعضھا ثوباً وببعضھا
طعاماً۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کچھ مال کا
سوال کیا آپ نے فرمایا تمہارے گھر میں کچھ نہیں
ہے؟ ان انصاری نے عرض کیا ہاں ہے،
ایک ٹاٹ ہے جس کے کچھ حصہ کو پہنتا ہوں اور
کچھ کو بچھا کر سوتا ہوں، اور ایک پیالہ ہے جس
میں پانی پیتا ہوں، آپ نے فرمایا ان
دونوں کو لے آؤ۔ وہ انصاری لے آئے۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے ان دونوں چیزوں کو ہاتھ میں لے کر
فرمایا، ان کو کون خریدتا ہے؟ ایک آدمی
نے کہا کہ ان دونوں کو ایک درہم میں لے
لوں گا، حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک درہم سے زیادہ
میں کون لیگا، دو تین دفعہ یہی اعلان فرمایا
ایک آدمی نے عرض کیا میں دو درہم میں
لے لوں گا آپ نے وہ دونوں درہم لیکر انصاری
کو عطا فرمادیئے اور فرمایا کہ ایک درہم سے
کچھ کھانے کی چیز خرید کر گھر والوں کے پاس
پھینکو، اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر
میرے پاس لے آؤ، وہ لے آئے تو حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

علیہ وآلہ وسلم ھذا خیر لک من ان تجیء المسئلۃ نکتۃ فی وجھک یوم القیامۃ (الحدیث)

(رواہ ابوداؤد واللفظ لہ والنسائی والترمذی وقال حدیث حسن۔)

دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور ان انصاری سے فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹو۔ اور بیچو، اور دیکھو پندرہ دن تک تمہیں میں ہرگز نہ دیکھوں، ان انصاری نے ایسا ہی کیا، پھر پندرہ دن کے بعد اس حال میں آئے کہ دس درہم نفع کما چکے تھے۔ بعض کا کپڑا خریدا اور بعض درہم کے کھانے کی چیزیں خریدیں اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارا خود محنت کر کے کمانا تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن اس حال میں آؤ کہ سوال کا داغ تمہارے چہرے پر ہو۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من امسیٰ کالا من عمل یدہ امسیٰ مغفورا لہ۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے اس حال میں شام کی کہ کام کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو گیا ہو تو گویا اس نے اس حال میں شام کی کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہوں۔

ان سب آیات و روایات سے کمائی کی فضیلت اور ترغیب معلوم ہوتی ہے اور بھی بہت سی احادیث اپنے ہاتھ سے کمائی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن اس کے مقابلے جو آیات و روایات توکل کے بارے میں ہیں وہ ان سے بھی بڑھی ہوئی ہیں قرآن و حدیث اور اکابر کے کلام توکل سے لبریز ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ توکل ایک بڑا مرتبہ ہے دین کے مراتب میں سے اور مقربین کے درجات میں سے ایک اعلیٰ درجہ

ہے۔ اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا بھی بہت دشوار ہے اور اس کے بارے میں آیات واحادیث جو وارد ہیں ان کا احصار بھی مشکل ہے چند پر اکتفا کرتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (پ۱۳ سورۃ ابراہیم) — اور اللہ پر بھروسہ چاہیئے ایمان والوں کو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ — اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ چاہیئے بھروسہ والوں کو

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ — اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اسکو کافی ہے

ایک دوسری جگہ وارد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ — اللہ تعالیٰ کو محبت ہے توکل والوں سے۔

فائدہ: تو اللہ تعالیٰ جس کے لئے حسیب اور کافی ہو اور جس کا محب اور محافظ ہو جائے تو وہ شخص کامیاب ہو گیا اس لئے کہ محبوب نہ تو عذاب دیتا ہے اور نہ محب کو دور کرتا ہے۔ اور نہ اپنے دیدار سے محب کو محجوب کرتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (پ۲۴ سورۃ زمر) — کیا اللہ بس نہیں اپنے بندہ کو۔

اور وارد ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (پ۱۰ سورۃ انفال) — اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اور ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ۔ (پ۹ سورۃ اعراف) — جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے۔

اور وارد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ (الاٰیۃ)
(پ سورۃ عنکبوت)

بے شک جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے، سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں روزی اور اس کی بندگی کرو اور اس کا حق مانو اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

اور فرمایا ہے۔

وَلِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ (پ سورۃ منافقون)

اللہ تعالیٰ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ۔ (پ سورۃ یونس)

تدبیر کرتا ہے کام کی کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔

(احیاء ص)

اس کے علاوہ بہت سی احادیث کتب حدیث میں اس کی ترغیب و تاکید میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یومًا فقال عرضت علی الامم فجعل یمر النبی ومعہ الرجل والنبی ومعہ الرجلان، والنبی ومعہ الرھط، والنبی ولیس معہ احد، فرأیت سوادًا کثیرًا سد الافق فرجوت ان یکون امتی، فقیل ھذا موسی فی قومہ ثم قیل لی انظر فرأیت سوادًا کثیرًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ گھر سے باہر نکلے تو فرمایا کہ میرے اوپر امتیں پیش کی گئیں تو دیکھا کہ بعض نبی کے ساتھ ایک ہی آدمی ہے (جو ان پر ایمان لایا) بعض کے ساتھ دو آدمی ہیں اور بعض کے ساتھ، ایک جماعت ہے۔ اور بعض کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں، پھر ایک بہت بڑی جماعت

سد الافق فقال لی انظر ھٰکذا وھٰکذا فرأیت سوادًا کثیرًا سد الافق فقیل ھٰؤلاء امتک ومع ھٰؤلاء سبعون الفًا قدامھم یدخلون الجنة بغیر حساب ھم الذین لا یتطیرون ولا یسترقون ولا یکتوون وعلٰی ربھم یتوکلون۔ فقام عکاشة بن محصن فقال ادع اللہ ان یجعلنی منھم، قال اللّٰھم اجعلہ منھم، ثم قام رجل آخر فقال ادع اللہ ان یجعلنی منھم فقال سبقک بھا عکاشة۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۴۵۲)

کو دیکھا جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا تو میں نے یہ تمنا کی خدا کرے کہ یہ میری اُمت ہو، مجھ سے یہ کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی قوم کے ساتھ ہیں۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ نظر اٹھاؤ جب نظر اُٹھائی تو ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے اپنی کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا۔ پھر مجھ سے کہا گیا اِدھر اور اُدھر (دائیں بائیں کی طرف) دیکھو تو میں نے بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا تھا تو کہا گیا کہ یہ آپ کی اُمت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ان کے آگے اور بھی، ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ فال لیتے ہیں اور نہ ٹوٹا ٹوٹکا کرتے ہیں اور نہ (بطور علاج کے) جسموں کو داغتے ہیں اور صرف اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا کہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کر دے۔ آپ نے دُعا فرمادی کہ اے اللہ اس کو ان لوگوں میں کر دے۔ پھر ایک اور آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لئے بھی، دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں کر دے، اس پر آپ نے فرمایا کہ عکاشہ نے پہل کر دی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس ارشاد کا مطلب کہ "عکاشہ سبقت لے گئے" یہ ہے کہ ایک طلب حقیقی ہے اور ایک صورت دیکھی کی، جیسا بیعت کے درمیان میں، ایک شخص طلب لیکر آتا ہے، اور دیکھا دیکھی اور بھی بہت سے بیعت

ہوجاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بھی مرید ہوں گے۔

ایک طویل حدیث قدسی میں وارد ہے۔

ان اللّٰہ قال وعزتی وجلالی وعلوی وبھائی وارتفاع مکانی لا یؤثر عبد ھوای علی ھوی نفسہ الا اثبت اجلہ عند بصرہ، وضمنت السماء والارض رزقہ وکنت لہ من وراء تجارۃ کل تاجر۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما شرح الاحادیث القدسیہ صـ۲۰)

بیشک اللہ نے فرمایا ہے میری عزت، جلال، بلندی، جمال اور میرے مرتبہ کے ارتفاع کی قسم نہیں ترجیح دیتا ہے کوئی بندہ میری مرضی کو اپنی خواہش پر مگر میں اس کی موت کو اس کی نگاہ کے سامنے کر دیتا ہوں (یعنی وہ موت سے غافل نہیں رہتا) اور آسمان وزمین کو اس کے رزق کا ضامن بنا دیتا ہوں اور میں اس کا معاون بن جاتا ہوں ہر تاجر کی تجارت کے پیچھے (کہ وہ جس تاجر بھی جائز سودا کرے اسکو نفع ہوگا)

عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یقول لو انکم تتوکلون علی اللّٰہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا۔

رواہ الترمذی وابن ماجۃ

(مشکوٰۃ ص۴۵۲ طبع بیروت)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنا چاہیئے تو تم کو ایسی روزی دے جیسے پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس ہوتے ہیں۔

وعن ابی ذر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال انی لاعلم آیۃ لو اخذ الناس بھا لکفتھم ومن یتق اللّٰہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کرلیں تو ان کے لئے کافی

يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب۔ (رواه احمد وابن ماجه والدارمي، مشكوة)

ہو جائے۔ اور وہ آیت یہ ہے ومن یتق اللہ الآیۃ، اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں ہوتا۔

وعن انس رضي الله تعالیٰ عنه قال كان اخوان على عهد رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وآله وسلم فكان احدهما يأتي النبي صلى الله تعالیٰ عليه وآله وسلم والآخر يحترف، فشكا المحترف اخاه النبي صلى الله تعالیٰ عليه وآله وسلم فقال لعلك ترزق به۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث صحيح غريب، مشكوة)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضری دیا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کوئی کام کرتا تھا۔ کام کرنے والے نے دوسرے بھائی کی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی (کہ یہ کچھ نہیں کرتا) آپ نے ارشاد فرمایا (کہ تم اس کے کام نہ کرنے کی شکایت کرتے ہو اور تمہیں پتہ نہیں کہ شاید اسی کی وجہ سے تمہیں روزی ملتی ہو۔

گنگوہ میں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے کتبخانہ کا کام ایک بزرگ منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی کیا کرتے تھے، فرمائشوں کا نکالنا، بنڈل بنانا، ڈاکخانہ لیجانا وغیرہ، میرے چچاجان مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ عبادات میں مشغول رہتے تھے، تلاوت نوافل وغیرہ میں ایک دفعہ منشی جی نے چچاجان کو بہت ڈانٹا کہ کتبخانہ کی بھی کچھ خیر خبر لے لیا کرو، سارا دن یونہی پھرتے رہتے ہو۔ ابا جان نے منشی جی کو بلا کر بہت ڈانٹا اور یہ کہا کہ منشی جی! میں یوں سمجھتا ہوں کہ مجھے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی افراط دے رکھی ہے۔ وہ اسی بچہ کی وجہ سے ہے، اس کو کبھی کچھ مت کہیو، قصہ طویل ہے حدیث کے مناسب تھا اس واسطے یاد آ گیا اور مختصر لکھوا دیا۔

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم قال قال ربکم عزوجل لو ان عبیدی اطاعونی لاسقیتھم بالليل واطلعت علیھم الشمس بالنھار و لما اسمعتھم صوت الرعد۔
(رواہ احمد، مشکوٰۃ ص۴۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ و الہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری فرمانبرداری کریں تو ان پر رات کو بارش برساؤں اور دن میں دھوپ نکالوں اور بادلوں کے گرجنے کی آواز نہ سنواؤں۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ آیت وتوکل علی الحی الذی لایموت (اس زندہ ذات پر بھروسہ کر جو کبھی فنا نہیں ہوگا) آخر تک تلاوت کی۔ پھر فرمایا کہ بندہ کے لئے اس آیت کے بعد مناسب نہیں کہ اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ کرے

بعض علما کو خواب میں یہ بات کہی گئی کہ جس نے اللہ تعالٰی پر بھروسہ کیا اس نے اپنی روزی جمع کر لی۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ جس رزق کا اللہ تعالٰی نے ذمہ لیا ہے وہ تم کو فرائض پر عمل کرنے سے غافل نہ کر دے کہ تم آخرت کے معاملہ کو چھوڑ دو، حالانکہ اتنی ہی تم دنیا پا سکتے ہو جتنی مقدر ہو چکی ہے۔ اور اس فرض سے ہٹ کر روزی کمانے میں مشغول ہونے سے مال کچھ بڑھے گا نہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ نے فرمایا کہ میں نے بعض راہبوں سے سوال کیا کہ کہاں سے کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ مجھے اس کا پتہ نہیں۔ میرے رب سے پوچھو کہ مجھے کہاں سے کھلاتا ہے۔

ہرم بن حیان رحمہ نے حضرت اویس قرنی سے پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے کہ میں کہاں رہائش اختیار کروں؟ حضرت اویس رحمہ نے ملک شام کیطرف اشارہ کیا، ہرم رحمہ نے عرض کیا کہ وہاں روزی کی کیا صورت ہوگی؟ حضرت اویس رحمہ نے فرمایا افسوس ہے ان قلوب پر جن میں شک سما گیا ان کو وعظ و نصیحت کیا نفع دے گی۔ (ماخوذ من الاحیاء ص۲۳۴)

میرے رسالہ فضائل حج میں بھی چند واقعات لکھے ہیں۔

(۱) ایک بزرگ کہتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں تھا، ہمارے قریب ایک نوجوان رہا کرتا تھا، اس کے پاس پرانی چادریں تھیں، وہ نہ ہمارے پاس آتاجاتا تھا نہ کبھی پاس بیٹھتا، میرے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی میرے پاس ایک جگہ سے بہت حلال ذریعہ سے دو درہم آئے میں وہ لیکر اس جوان کے پاس گیا اور میں نے اس کے مصلی پر ان کو رکھکر کہا کہ بالکل حلال ذریعے سے مجھ کو ملے ہیں ان کو تم اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا اس جوان نے مجھے ترچھی اور تیز ترش نگاہ سے دیکھا اور یہ کہا کہ اللہ پاک کے ساتھ یہ ہمنشینی (پاس بیٹھنا) میں نے ستر ہزار اشرفیاں نقد جو میرے پاس تھیں علاوہ جائداد کے اور کرایہ کے مکانات کے ان سب سے اپنے کو فارغ البال کر کے خریدا ہے۔ تو ان دراہم کے ساتھ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ کہکر اپنا مصلی جھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔ جس استغناً کے ساتھ وہ اُٹھ کر جا رہا تھا اور میں بیٹھا ان دراہم کو چن رہا تھا اس وقت تک کی اس کی سی عزت اور اپنی سی ذلت میں نے عمر بھر کسی کی نہیں دیکھی۔ یعنی اس وقت اس کی عزت جتنی میری نگاہ میں تھی اتنی عزت کبھی کسی کی میری نگاہ میں نہیں ہوئی اور جتنی اس وقت درہم چنتے ہوئے مجھے اپنی ذلت محسوس ہو رہی تھی اتنی ذلت کبھی اپنی یا کبھی اور کی مجھے محسوس نہیں ہوئی۔ (فضائل حج واقعہ ۳)

(۲) حضرت شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لیجاتے نہ کسی سے تذکرہ کرتے نہ کسی کو خبر ہوتی، ایک لوٹا ہاتھ میں لیا اور چلدیتے۔ حامد اسود کہتے ہیں ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں حاضر خدمت تھا آپ حسب معمول لوٹا لیکر چلدیئے میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا جب ہم قادسیہ میں پہنچے تو آپنے دریافت فرمایا حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو ہمرکابی کے لئے چل پڑا، فرمایا کہ میرا ارادہ تو مکہ مکرمہ جانے کا ہے۔ میں نے عرض کیا میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ وہیں چلوں گا۔ جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے تو ایک نوجوان ہمارے ساتھ اور بھی ہو لیا، اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا لیکن اس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی، میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ تیسرا دن

جو ہمارے ساتھ مل گیا۔ نماز نہیں پڑھتا، شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا، اس نے کہا کہ میرے ذمہ نماز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا تو مسلمان نہیں ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں تو نصرانی ہوں لیکن میں نصرانیت میں بھی توکل پر گذر کرتا ہوں۔ میرے نفس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ توکل میں پختہ ہو گیا میں نے اسکو جھٹلایا اور اس جنگل بیابان میں لا ڈالا تاکہ اس کے دعویٰ کا امتحان کروں، شیخ اس کی یہ بات سن کر چل دیئے اور مجھ سے فرمایا اس سے تعرض نہ کرو، تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ ہم بطن مرو پر پہنچے۔ وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے بدن سے اتارے اور ان کو دھویا پھر لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ اس نے کہا عبدالمسیح۔ شیخ نے فرمایا عبدالمسیح یہ مکہ کی دہلیز ہے یعنی حرم آگیا اور اللہ جل شانہٗ مشرکوں کا داخلہ اس میں ممنوع قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام (مشرکین ناپاک ہیں یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آئیں) اور اپنے نفس کا جو امتحان کرنا چاہتا تھا وہ تجھ پر ظاہر ہی ہو گیا۔ بس ایسا نہ ہو کہ تو مکہ میں داخل ہو جاوے۔ اگر ہم تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے۔ حامد کہتے ہیں ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچے، اس کے بعد جب ہم عرفات پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا احرام باندھے ہوئے لوگوں کے منہ دیکھتا ہوا۔ ہمارے پاس پہنچ گیا اور شیخ کے اوپر گر پڑا۔ شیخ نے پوچھا عبدالمسیح کیا ہوا کہنے لگا کہ ایسا نہ کہو اب میں عبدالمسیح نہیں ہوں بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح علیہ السلام بھی غلام تھے۔ حضرت ابراہیمؒ نے پوچھا کہ اپنی سرگذشت تو سناؤ کہنے لگا کہ جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں اسی جگہ بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں کا ایک قافلہ اور آگیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کے ساتھ ہو لیا۔ جب مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب تھے وہ سب ایکدم میری نگاہ سے گر گئے، میں نے غسل کیا مسلمان ہوا اور احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں اس کے بعد سے وہ اور ہم

ساتھ ہی رہے۔ یہاں تک کہ صوفیا رہی کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔

(فضائل حج واقعہ ۵۳)

آپ بیتی ۱ ص ۱۰۱ میں حضرت تھانویؒ کے ملفوظات حسن العزیز سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اب رہا یہ شبہ کہ کفار کے لئے ایسا کیوں ہوتا ہے تو بات یہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہو سکتی ہے یہ تو مسلم ہے اسی طرح ان کا توکل بھی موثر ہو سکتا ہے۔ غرض جیسے دُعا قبول ہوتی ہے اسی طرح توکل بھی نافع ہو سکتا ہے۔ بلکہ کافر کی بعض دعا تو ایسی قبول ہوتی ہے کہ مسلم کی کبھی نہیں ہوتی اور وہ دعا ہے ابلیس کی انظرنی الی یوم یبعثون۔ بات یہ ہے کہ انا عند ظن عبدی بی، انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ جیسا، ظن کر لیتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ پورا فرما دیتے ہیں، بت پرستوں تک کی حاجت پوری ہوتی ہے۔ چونکہ ان کو حق تعالیٰ سے یہی گمان ہوتا ہے اور حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ مجمع الزوائد ص ۱۵۱ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم قال ان العبد یدعو اللہ وھو یحبہ فیقول اللہ عزوجل یا جبریل اقض لعبدی ھذا حاجتہ واخّرھا فانی احب ان اسمع صوتہ وان العبد لیدعو اللہ وھو یبغضہ فیقول اللہ عزوجل یا جبریل اقض لعبدی ھذا حاجتہ وعجلھا فانی اکرہ ان اسمع صوتہ

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں دعا کرتا ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے جبریل میرے اس بندے کی یہ حاجت پوری کر دو مگر دینے میں ذرا تاخیر کر دو کیونکہ میں اس کی آواز کو پسند کرتا ہوں، اور بندہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتے ہیں اے جبریل اس بندہ کی یہ حاجت

پوری کر دو اور جلدی سے اس کو فارغ کر دو کیونکہ مجھے اس کی آواز ناپسند ہے۔
اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ
درد نامہ غمناک میں فرمایا ہے۔

اگر رونا مرا خوش آ رہا ہے یہ درد و رنج تجھکو بھا رہا ہے
تو دردِ غم سے نت روتا رہوں گا تری الفت میں جی کھوتا رہوں گا

(۳) شیخ بنانؒ فرماتے ہیں کہ میں مصر سے حج کو جا رہا تھا میرا توشہ میرے ساتھ تھا راستہ میں ایک عورت ملی کہنے لگی بنان! تم بھی حمال (یعنی مزدور) ہی نکلے، توشہ لادے لئے جا رہے ہو، تمہیں یہ وہم ہے کہ وہ تمہیں روزی نہیں دے گا۔ میں نے اس کی بات سن کر اپنا توشہ پھینک دیا، تین دن مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا۔ راستہ میں چلتے چلتے مجھے ایک پازیب (پاؤں کا زیور) پڑا ہوا ملا، یہ سوچ کر اٹھا لیا کہ اس کا مالک مل جائے گا تو اس کو دوں گا۔ وہ شاید اس پر مجھے کچھ دیدے، تو وہ عورت پھر سامنے آئی کہنے لگی کہ تم دوکاندار ہی نکلے کہ وہ پازیب کے بدلہ میں شاید کچھ دیدے، اس کے بعد اس عورت نے میری طرف کچھ درہم پھینک دیئے کہ لے انہیں خرچ کرتا رہیو۔ میں نے ان کو خرچ کرنا شروع کیا اور واپسی میں مصر تک انہوں نے مجھے کام دیا۔

(فضائل حج واقعہ ۱۷)

(۴) ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے تنہا حج کیا، عزیز و اقارب کوئی ساتھ نہ تھا اور یہ عہد کیا کہ کسی سے سوال نہ کروں گا۔ چلتے چلتے راستہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ ایک زمانہ تک کہیں سے کچھ نہ ملا حتیٰ کہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے اور دل میں خیال آیا کہ اب اضطرار کا درجہ پہنچ گیا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اللہ جل شانہ نے ممانعت فرمائی ہے اس لئے اب مجھے سوال کر لینا چاہیئے لیکن پھر دل میں کشمکش پیدا ہوئی اور آخر یہ طے کر لیا کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کر لیا وہ نہیں توڑوں گا چاہے مر جاؤں چونکہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے تھے اس لئے رہ گئے اور سارا قافلہ روانہ ہو گیا اور یہ موت کے انتظار میں قبلہ رو ہو کر ایک جگہ لیٹ گئے

اتنے میں ایک سوار ان کے قریب آیا اس کے پاس ایک برتن میں پانی تھا وہ اس نے ان کو پلایا اور جو حاجت تھی وہ سب پوری کی اور پھر پوچھا کہ تم قافلہ کے ساتھ ملنا چاہتے ہو؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ قافلہ اب کہاں، نہ معلوم کتنے دور نکل چکا اس سوار نے کہا کہ کھڑے ہو اور میرے ساتھ چلو، یہ چند ہی قدم اس کے ساتھ چلے تھے اس نے کہا کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ قافلہ تم سے آملے گا یہ وہاں ٹھہر گئے تو قافلہ پیچھے سے ان کو آتا ہوا ملا۔ (فضائل حج واقعہ م)

(۵) حضرت عبدالواحد بن زید جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہے تھے۔ ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچا دیا، ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بت کو پوج رہا ہے ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے؟ اس نے اس بت کی طرف اشارہ کیا، ہم نے کہا تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے۔ جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے۔ اس نے کہا تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے اس کی گرفت زمین پر ہے اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے کہنے لگا تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا۔ ہم نے کہا اس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم و شریف تھا، اس رسول نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں اس نے کہا وہ رسول کہاں ہے؟ ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پورا کر دیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلا لیا تاکہ اس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ اور انعام عطا فرمائے، اس نے کہا کہ اس رسول نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اس مالک کا پاک کلام ہمارے پاس چھوڑا ہے۔ اس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ ہم نے قرآن پاک لا کر اس کے سامنے رکھا، اس نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ ہم نے ایک سورۃ سنائی وہ سنتے ہوئے روتا رہا یہاں تک کہ وہ سورۃ پوری ہو گئی اس

نے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ ہم نے اس کو اسلام کے احکام اور ارکان بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں جب رات ہوئی عشاء کی نماز پڑھکر ہم سونے لگے اس نے پوچھا تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے؟ ہم نے کہا وہ پاک ذات حی و قیوم ہے وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے۔ (آیۃ الکرسی) وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ، ہمیں اس کی بات سے بہت حیرت ہوئی، جب ہم اس جزیرہ سے واپس ہونے لگے تو کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں، ہم نے اپنے ساتھ لے لیا جب ہم شہر آبادان میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ شخص نومسلم ہے اس کے لئے کچھ معاش کا فکر بھی چاہیئے ہم نے کچھ درہم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے اس نے پوچھا یہ کیا ہے ہم نے کہا کچھ درہم ہیں ان کو تو اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے، میں ایک جزیرہ میں تھا ایک بت کی پرستش کرتا تھا۔ خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔ اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہ کیا حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا اور اس وقت مجھے کیونکر ضائع کر دے گا جبکہ میں اس کو پہچانتا بھی ہوں۔ اسکی عبادت بھی کرتا ہوں۔ تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے۔ موت کے قریب ہے ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا تیری کوئی حاجت ہو تو بتا، کہنے لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کر دیں جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں (میری ہدایت کے لئے) بھیجا تھا۔ شیخ عبدالواحد فرماتے، ہیں کہ مجھ پر دفعۃً نیند کا غلبہ ہوا میں وہیں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز و شاداب باغ ہے اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہو گی یہ کہہ رہی ہے خدا کیواسطے اس کو جلدی بھیجدو اس کے اشتیاق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی، میری جو آنکھ کھلی تو اس نومسلم کی

روح پرواز کرچکی تھی ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا، جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبا اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا والملائکۃ یدخلون علیھم من کل باب جس کا ترجمہ یہ ہے (اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا اور دین پر مضبوط جمے رہے۔ پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے) حق تعالیٰ شانہ کے عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت۔ (فضائل صدقات، واقعہ ۵۵)

(۹) حضرت ذوالنون مصری جو اکابر و مشہور صوفیاء میں ہیں فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا مجھے ایک نوجوان نظر پڑا جس کے چہرے پر ڈاڑھی کی دو لکیریں تھیں یعنی نکلنی شروع ہی ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر اس کے بدن پر کپکپی آگئی اور چہرہ زرد ہو گیا اور مجھ سے بھاگنے لگا۔ میں نے کہا میں تو تیرے ہی جیسا انسان ہوں جن تو نہیں ہوں پھر کیوں اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے وہ کہنے لگا کہ تم انسانوں ہی سے تو بھاگتا ہوں۔ میں اس کے پیچھے چلا اور میں نے اس کو قسم دی ذرا کھڑا ہو جائے وہ کھڑا ہو گیا میں نے پوچھا کہ تو اس جنگل بیابان میں بالکل تنہا رہتا ہے کوئی رفاقت کے لئے بھی نہیں ہے۔ تجھے خوف نہیں معلوم ہوتا کہنے لگا نہیں میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق کہیں گیا ہوا ہوگا میں نے کہا وہ کہاں ہے۔ کہنے لگا وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے وہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے میں نے پوچھا کہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے کہنے لگا وہ بھی موجود ہے۔ میں نے کہا وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا جس نے میری ماں کے پیٹ میں روزی دی اسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی

ہے تو میں نے کہا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ تو آخر چاہیئے اس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے دن کو روزہ رکھنے میں مدد ملتی ہے اور بدن کی قوت سے مولا کی خدمت یعنی عبادت بھی اچھی طرح ہو سکتی ہے۔ میں نے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا تو وہ چند شعر پڑھ کر بھاگ گیا جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس کو گوارا نہیں کرتا کہ اس کی کوئی جائداد ہو۔ وہ جب جنگل سے پہاڑ کی طرف چل دیتا ہے تو وہ جنگل اس کی جدائی سے روتا ہے جس میں وہ پہلے سے تھا وہ رات کے تہجد پر اور دن کے روزے پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو سمجھا دیا کرتا ہے کہ جتنی محنت اور مشقت ہو سکے کر لے اس لئے کہ رحمٰن کی خدمت میں کوئی عار نہیں ہوتی وہ بڑے فخر کی چیز ہوتی ہے وہ جب اپنے رب سے باتیں کرتا ہے تو اس کی آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں اور وہ یہ کہا کرتا ہے کہ یا اللہ میرا دل اڑا جا رہا ہے اس کی تو خبر لے وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے نہ تو جنت میں، یاقوت کا گھر چاہیئے جس میں حوریں رہتی ہیں اور نہ مجھے جنت عدن کی خواہش ہے اور نہ جنت کے پھولوں کی آرزو ہے، میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے اس کا مجھ پر احسان کر دے یہی بڑی فخر کی چیز ہے۔

(فضائل صدقات واقعہ ۱۲)

(۴) حضرت ابراہیم خواص رحؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا جس کی کمر میں زنار (پٹکہ یا دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھ رہا تھا۔ اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں) میں نے ساتھ لے لیا سات دن تک ہم چلتے رہے، نہ کھانا نہ پینا، ساتویں دن اس نصرانی نے کہا۔ اے محمدی! کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ، کئی دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں، میں نے اللہ تعالیٰ

شانہ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما، میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا ہم دونوں نے کھایا پانی پیا اور چل دیئے، سات دن تک چلتے رہے ساتویں دن میں نے اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہدے جلدی کرکے اس نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگاکر کھڑا ہوگیا اور دعا کرنے لگا، جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دوگنی تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آگئی۔ مجھے بڑی غیرت آئی میرا چہرہ فق ہوگیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج کیوجہ سے کھانے سے انکار کر دیا، اس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا مگر میں عذر ہی کرتا رہا اس نے کہا کہ تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سناؤں گا جن میں سے پہلی یہ ہے کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ۔ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینک دیا اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لئے دعا کی تھی وہ یہی کہکر کی تھی کہ یا اللہ اس محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل مجھے کھانا دے، اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا اور آگے چل دیئے، آخر مکہ مکرمہ میں پہنچے، حج کیا اور وہ نو مسلم مکہ ہی میں ٹھہر گیا وہیں اس کا انتقال ہوا غفر اللّٰہ تعالیٰ لہ۔

کافروں کے اس طرح مسلمان ہونے کے بہت سے واقعات تواریخ کی کتب میں موجود ہیں اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ بسا اوقات دوسروں کے طفیل کسی کو روزی دیتے ہیں جن کو وہ ملتی ہے وہ اپنی بے وقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کارنامہ ہے۔ ہماری کوشش کا نتیجہ ہے احادیث میں کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ تمکو تمہارے ضعفاء کے طفیل اکثر روزی دیجاتی ہے۔ نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں پر بھی بسا اوقات مسلمانوں کی وجہ سے فتوحات ہوتی ہیں جس کو ظاہر میں ان کی مدد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ دوسروں

کا طفیل ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات اواقعہ مثلا)

ان واقعات اور احادیث و آیات جو اوپر گذری ہیں ان کے علاوہ بھی توکل کے فضائل بہت ہیں اور عشاق و مخلصین کے واقعات کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا چودہ سو سال کے قریب ہو رہے ہیں ہر سال میں کتنے مخلصین اور متوکلین ایسے ہوں گے جن پر عجیب واقعات گذرے ہوں گے کوئی لکھے تو کہاں تک لکھے، البتہ ان واقعات میں تین امر قابل لحاظ ہیں۔

اوّل یہ کہ یہ احوال اور واقعات جو گذرے ہیں وہ عشق و محبت اور توکل پر مبنی ہیں اور یہ چیزیں عام قوانین سے بالاتر ہیں۔ ؎

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

عشق کے ضوابط کسی اصول کے ماتحت نہیں ہوتے نہ پڑھنے لکھنے سے آتے ہیں بلکہ عشق پیدا کرنے سے آتے ہیں۔ ع

محبت تجھکو آداب محبت خود سکھا دیگی

اپنا کام کوشش اور سعی کرکے اس سمندر میں کود پڑنا ہے اس کے بعد ہر محنت آسان ہے اور ہر مشقت لذیذ ہے۔ ہر وہ چیز جو عشق سے بے بہرہ لوگوں کے لئے مصیبت اور ہلاکت ہے وہ اس سمندر کے غوطہ لگانے والوں کے لئے آسان اور لطف و فرحت کی چیز ہے۔ اس سمندر میں غوطہ لگانے والے انجام اور عواقب کی مصلحت بینیوں سے بالاتر ہوتے ہیں ؎

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی
بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل پار ہو جانا

لہٰذا ان واقعات کو اسی عینک سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اسی رنگ میں رنگے جانے کی کوشش کرنا چاہیئے لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہوا سوقت تک نہ توان

واقعات سے استدلال کرنا چاہیئے۔ نہ ان پر اعتراض کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ عشق کے غلبہ میں صادر ہوتے ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص محبت کا پیالہ پی لیتا ہو وہ مخمور ہو جاتا ہے اور جو مخمور ہوتا ہے اس کے کلام میں بھی وسعت آجاتی ہے۔ اگر اس کا وہ نشہ زائل ہو جائے تو وہ دیکھے کہ جو کچھ اس نے غلبہ میں کہا ہے وہ ایک حال ہے حقیقت نہیں۔ اور عشاق کے کلام سے لذت تو حاصل کی جاتی ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ (احیاء)

دوسرا امر یہ ہے کہ ان قصوں میں اکثر مواقع میں توکل کی وہ مثالیں گذری ہیں جو ہم جیسے نااہلوں کے عمل تو درکنار ذہنوں سے بھی بالاتر ہیں ان کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ توکل کا منتہا یہی ہے جو ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ پسندیدہ بھی ہے اور اس کے کمال پر پہنچنے کی سعی اور کم سے کم تمنا تو ہونا ہی چاہیئے لیکن جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ترک اسباب نہ کرنا چاہیئے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے پوچھا کہ توکل کی حقیقت کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تو بہت بڑے اژدہے کے منہ میں ہاتھ دے دے اور وہ پہنچے تک کھالے تو اس وقت بھی تجھے اللہ جل شانہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو۔ اس کے بعد میں بایزیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے اس کے متعلق دریافت کروں، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے اندر ہی سے جواب دیدیا کہ تجھے عبدالرحمٰن کے جواب سے کفایت نہ ہوئی جو میرے پاس پوچھنے کے واسطے آیا ہے، میں نے عرض کیا کہ کواڑ تو کھولدیجئے۔ فرمایا تم اس وقت ملاقات کے لئے تو آئے نہیں۔ بات پوچھنے کے واسطے آئے تھے اس کا جواب مل گیا، اور کیواڑ نہ کھولے ایک سال کے بعد میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فوراً کیواڑ، کھولدیئے اور فرمایا کہ اس وقت تم ملنے کے لئے آئے ہو۔ (روض)

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص خالص توکل کا ارادہ کرے تو اس میں بھی

مضائقہ نہیں بشرطیکہ مستقیم الحال ہو، اسباب چھوڑ کر پریشان نہ ہو بلکہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی دوسرے کا خیال بھی اس کو نہ آئے اور جن حضرات نے ترک اسباب کی مذمت فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کا حق ادا نہیں کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کے توشہ دانوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ جل شانہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو ایسی طرح رزق عطا فرماتے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ جل شانہ کی طرف بالکلیہ منقطع ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس کا اندازہ دو قصوں سے ہوتا ہے جو احادیث میں مذکور ہیں ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قصہ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے چندہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لے آئے اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ گھر میں کیا چھوڑا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ اور اس کا رسول دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سونے کی ڈلی انڈے کے برابر پیش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ ایک معدن سے ملگئی اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ اس کے سوا میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا ان صاحب نے دوسری بار اور تیسری مرتبہ اسی طرح اصرار سے پیش کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو لیکر ایسے زور سے پھینکا کہ اگر ان کے لگ جاتی تو زخمی کر دیتی اور یہ ارشاد فرمایا کہ بعضے آدمی اپنا سارا مال صدقہ

کر دیتے ہیں۔ پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے واسطے بیٹھ جاتے ہیں۔
(رواہ ابو داؤد)

ان صاحب کا اعتماد علی اللہ تعالیٰ اور توکل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں کیا ہو سکتا تھا اسی وجہ سے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وہاں سب کچھ قبول فرمالیا اور یہاں ناراضی کا اظہار فرمایا۔

اختیار اسباب اور توکل محض کی احادیث اور قصص میں مختلف طور سے جمع کیا گیا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ توکل کے تین درجے ہیں پہلا درجہ تو ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی مقدمہ میں کسی ہوشیار، ماہر تجربہ کار کو وکیل بنا، لے کر وہ ہر چیز میں اس ماہر وکیل کیطرف رجوع کرتا ہے لیکن اس کا یہ توکل فانی ہے کسبی ہے۔ اس کو اپنے توکل کا احساس وشعور ہے۔ دوسرا درجہ جو پہلے سے اعلیٰ ہے وہ ایسا ہے جیسا کر ناسمجھ بچہ کا اپنی ماں کی طرف کہ وہ ہر بات میں اسی کو پکارتا ہے اور جب کوئی گھبراہٹ یا تکلیف کی بات اس کو پیش آتی ہے تو سب سے پہلے اس کے منہ سے اماں نکلتا ہے، ان ہی دونوں کی طرف حضرت سہل رحؒ نے اشارہ کیا ہے جبکہ ان سے کسی نے پوچھا کہ توکل کا ادنیٰ درجہ کیا ہے فرمایا کہ امیدوں کا ختم کر دینا، پھر سائل نے پوچھا کہ درمیانی درجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ اختیار کا چھوڑ دینا، پھر سائل نے پوچھا کہ اعلیٰ درجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کو وہ پہچان سکتا ہے جو دوسرے درجہ پر پہنچ جاتے، امام غزالی رہ نے لکھا ہے کہ تیسرا درجہ جو سب سے اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں۔ اس کی اپنی کوئی حرکت رہتی ہی نہیں، اسی درجہ پر پہنچکر اللہ جل شانہ سے مانگنے کا بھی محتاج نہیں رہتا وہ خود ہی بلا طلب اس کی ضروریات کا تکفل کرتا ہے جیسا کہ نہلانے والا خود ہی میت کی ضروریات غسل کو پورا کرتا ہے۔ (احیاء)

اس پر یہ اشکال کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا عام طریق، اسباب کے اختیار کا تھا، صحیح ہے لیکن حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

الہ وسلم کے شایان شان وہی حالت تھی جسکو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اختیار فرمایا، اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حالات ان واقعات کی نوعیت کے ہوتے تو اُمت بڑے سخت ابتلا میں پڑجاتی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو امت پر شفقت کیوجہ سے اس کا بہت اہتمام تھا کہ ایسی چیز اختیار نہ فرمائیں جس میں اُمت کو مشقت ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چاشت کی نماز نہ پڑھتے تھے اور میں پڑھتی ہوں، بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بعض عمل باوجودیکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خواہش اس کے کرنے کی ہوتی تھی اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں اُمت پر فرض نہ ہوجائے۔

(رواہ ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب کہ "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نہیں پڑھتے تھے اور میں پڑھتی ہوں" اہتمام اور دوام ہے کہ جس شدت اہتمام سے حضرت عائشہ رضی پڑھتی تھیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اتنے اہتمام سے نہ پڑھتے تھے۔ ورنہ بیسیوں روایات میں حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چاشت کی نماز پڑھنا وارد ہے۔ اور یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اگر اتنے شدید اہتمام سے پڑھتے تو یہی چیز اس کو واجب بنا دیتی، تراویح کے بارے میں بڑی کثرت سے روایات میں وارد ہوا ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے چند راتیں پڑھیں اور پھر چھوڑ دی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کا اشتیاق اتنا بڑھا کہ جب چند راتوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے حجرے سے باہر تشریف نہیں لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ خیال ہوا کہ شاید آنکھ لگ گئی۔ اس لئے ایسی چیزیں اختیار کیں جن سے بغیر جگائے آنکھ کھل جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری حرکتیں دیکھتا رہا اور میں بحمد اللہ تعالیٰ اس رات میں

بھی غافل نہ تھا، لیکن مجھے اس کے سوا اور کوئی چیز نکلنے سے مانع نہ ہوئی کہ میں اس سے ڈرا کہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر تم پر فرض ہو جاتی تو اس کا نباہنا تمہیں مشکل ہو جاتا۔ (مشکوٰۃ ابو داؤد)

صاحب روض لکھتے ہیں کہ جلب منفعت اور دفع مضرت کے اسباب کا اختیار کرنا ہی طریقہ جمہور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جمہور اولیاء کا ہے لیکن اس سے ان اولیاء کرام پر جو مضرتوں سے نہ بچتے تھے اور اپنے لئے اسباب اختیار نہ فرماتے تھے اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شریعت مطہرہ پر چلانے والے تھے اس لئے ایسے سہل راستے پر چلاتے تھے جس پر عوام و خواص سب چل سکیں، اور اگر قافلوں کا چلانے والا کسی ایسے مشکل راستہ پر قافلہ کو لیجائے جس پر وہ خود اپنی قوت کی وجہ سے چل سکتا ہو لیکن قافلہ کی اکثریت اس راستہ کی متحمل نہ ہو تو وہ قافلہ والوں کے اوپر مہربان شمار نہ ہوگا۔

تیسری بات جو ان واقعات میں قابل لحاظ ہے وہ بھی حقیقت میں پہلی ہی بات پر متفرع ہے، وہ یہ ہے کہ بعض واقعات میں ایسی شدت ملتی ہے جو سرسری نظر میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اور بظاہر یہ ناجائز معلوم ہوتا ہے اس کے متعلق یہ بات ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ واقعات بمنزلہ دوا کے ہیں اور دوا میں طبیب حاذق بسا اوقات سنکھیا بھی استعمال کرایا کرتا ہے، لیکن اس کا استعمال طبیب کی رائے کے موافق ہو تو مناسب ہے بلکہ بسا اوقات ضروری لیکن بدون اس کے مشورہ کے ناجائز اور موجب ہلاکت ہے۔ اسی طرح ان واقعات میں جن حاذق، طبیبوں نے ان دواؤں کا استعمال کیا ہے ان پر اعتراض اپنی نادانی اور فن سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ لیکن جو خود طبیب نہ ہو اور اس کو کسی طبیب کا مشورہ حاصل نہ ہو اس کو ایسے امور جو شریعت مطہرہ کے خلاف معلوم ہوتے ہوں اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ فن کے آئمہ پر اور قواعد سے واقف لوگوں پر اعتراض میں جلدی کرنا۔ بالخصوص ایسے لوگوں کی طرف سے جو خود واقفیت نہ رکھتے ہوں غلط چیز ہے۔ اور

ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالنا ہر حال میں ناجائز نہیں ہے اگر دینی مصلحت اس کی متقاضی ہو تو پھر مباح سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے. حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ دو شخصوں پر بڑا تعجب فرماتے ہیں یعنی اس سے بہت راضی ہوتے ہیں، ایک وہ شخص ہے جو نرم نرم بستر پر لحاف کے اندر محبوبہ بیوی کے ساتھ لیٹا ہوا ہو اور ایک دم بشاشت کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر نماز کے لئے کھڑا ہو جائے. حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر تفاخر فرماتے ہیں، دوسرا وہ شخص جو ایک لشکر کے ساتھ ملکر جہاد میں شرکت کر رہا ہو اور وہ لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگے اور اس میں سے کوئی شخص بھاگتے ہیں اللہ جل شانہ کا خوف کرے اور تن تنہا واپس ہو کر مقابلہ کرے حتی کہ شہید ہو جائے. حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میرا یہ بندہ میرے انعامات میں رغبت اور میری ناراضی کے خوف سے لوٹا حتی کہ اس کا خون بھی بہا دیا گیا۔ (مشکوٰۃ)

اب یہ شخص جو تنہا لوٹا ہے ظاہر ہے کہ مرنے ہی کے واسطے لوٹا ہے کہ جب پورا لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگا تو اس میں ایک آدمی کیا کر سکتا ہے اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ اس پر تفاخر فرماتے ہیں۔

کوکب میں کتاب ص۳ میں لکھا ہے کہ توکل کے مختلف اقسام ہیں ایک توکل وہ ہے جو نص صریح کے خلاف ہو جیسے کوئی آدمی توکل کر کے زہر پی لے یا پہاڑ سے کود پڑے یا بالکل کھانا ہی چھوڑ دے اور اس کو ان امور میں سے کسی کی طاقت نہ ہو تو ایسا توکل ارشاد خداوندی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے خلاف ہے اور یہ حرام ہے۔ اور توکل کی دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو ترک کر دے جس کی افادیت مظنون ہو جیسے مریضوں کا دوا پینا اور یہ توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ ایسی چیز کو چھوڑ کر توکل کرے جس کی افادیت کا ظن غالب نہ ہو جیسے جھاڑ پھونک کو چھوڑ دینا اور یہ توکل کا سب سے آخری درجہ ہے، دوسری جگہ ص۲۲ کوکب ہی میں مشہور حدیث "اعقلہا وتوکل" کے ذیل میں

ارشاد فرماتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کیا جائے اور اس پر اعتماد نہ کیا جائے اور پھر یہ ہے اسباب کو سرے سے اختیار ہی نہ کیا جائے"

ہمارے حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درثمین میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ایک دفعہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اس کے چھوڑنے میں افضل چیز کونسی ہے؟ تو مجھ پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے میرا قلب اسباب اور اولاد وغیرہ کی طرف سے بالکل سرد پڑ گیا، اس کے تھوڑی دیر بعد یہ حالت زائل ہوئی تو میں نے اپنی طبیعت کو اسباب کی طرف مائل پایا اور اپنی روح کو اسباب سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کو سونپ دینے کی طرف مائل پایا۔ (فضائل حج)

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

(اندر سے تو آشنا اور باہر سے اجنبی بنا ہوا ایسا بہتر طریقہ دنیا میں بہت کم ہوتا ہے)

ہمارے اکابر دیوبند کا طرز دونوں ہی قسم کا رہا ہے۔ ایک رائپوری طرز تھا کہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں اسباب کا سلسلہ شروع ہی سے نہیں رہا۔ اور دوسرا طرز بقیہ حضرات کا رہا کہ ابتدا میں اسباب کے ساتھ تلبس رہا، اخیر میں ترک اسباب ہو گیا، ہمارے حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا حال تو معلوم نہیں مگر حضرت گنگوہیؒ نے ابتدا میں ملازمت بھی کی جس کے متعلق تذکرۃ الرشید صفحہ میں لکھا ہے کہ ابتدا میں ملازمتوں کی پیشکش ہوئی اور ایک جگہ سے قرآن پاک کے ترجمہ کے لئے سات روپے کی ملازمت آئی حضرت نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ سے اجازت مانگی، اعلیٰ حضرت نے منع فرما دیا اور فرمایا کہ اس سے زائد کی آئے گی، حضرت نے اس کو انکار کر دیا۔ چند ہی دن گذرے تھے کہ سہارنپور

کے مشہور رئیس نواب شائستہ خاں نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے دس روپے ماہوار پر آپ کو بلایا۔ وہاں آپ نے چھ ماہ تک نوکری کی اس کے بعد حضرت کا تجارت کتب کرنا تو معلوم نہیں ہوا۔ مگر ہدایت الشیعہ کے شروع میں حضرت نے جو عبارت لکھی ہے وہ یہ ہے۔

"بندۂ عاجز نابود دلبود محمود کتب فروش عفا عنہ الرب المعبود کہ کچھ چنداں علم نہیں رکھتا مگر صحبت علماء اہل حق سے بہرہ ور رہا ہے اور مکاید اہل باطل شیعہ سے بخوبی واقف ہوا۔"

اسی طرح متعدد کتابوں کی تقریظوں میں اپنے آپ کو کتب فروش لکھا ہے۔ مستقل تجارت کرنا حضرت کا مجھے نہیں معلوم مگر میرے والد صاحب حضرت کے خادم خاص اور کاتب کتابوں کی تجارت کرتے تھے اور غالباً اس میں حضرت گنگوہی کا بھی، کچھ حصہ رہا ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتداً میں مطبع احمدی میرٹھ میں ملازمت کی جو ان کے استاذ مولانا احمد علی صاحبؒ نے قائم کیا تھا اس میں تصحیح کتب کی ملازمت کی اور اسی اثناء میں دار العلوم کی بنیاد پڑگئی آپ اس کی خبر گیری کرتے رہے اور پھر دار العلوم کے کاموں میں ایسے مشغول ہوگئے کہ میرٹھ کا کام چھوٹ گیا مگر دار العلوم سے کبھی تنخواہ نہیں لی جیسا کہ سوانح قاسمی ص ۲۳ میں ہے۔ اس کے بعد حضرت سہارنپوری حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت تھانوی نور اللہ تعالیٰ مراقدہم نے ابتداء میں ملازمت کی اور پھر اخیر میں سب نے چھوڑ دی۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ گو اخیر تک تنخواہ لیتے رہے مگر حضرت کا دسترخوان اسقدر وسیع تھا اور خفیہ داد و دہش بھی اسقدر وسیع تھی کہ تنخواہ بالا بالا ہی نمٹ جاتی تھی۔

میرے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب نے ابتداءً سہارنپور میں ملازمت کی اور اس کے بعد دہلی چلے گئے، ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کئی دفعہ تجارت شروع

کرچکا ہوں اور میوات والوں کے ساتھ کتنی دفعہ بکریاں خرید چکا ہوں مگر سو ہونے سے پہلے پہلے مرجاتی ہیں، مجبوراً چھوڑ دیا۔

خود سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی چند قیراطوں پر مکہ والوں کی بکریاں چرائی تھیں اور نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال میں تجارت بھی کی لیکن نبوت کے بعد نہیں کی۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں دس برس تک اجرت پر چرائیں جیسا کہ درمنثور ص ۱۲۴ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کسی نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹھ اور دس برس میں سے کونسی مدت پوری کی تو آپ نے جواب دیا جو زیادہ اچھی اور زیادہ پوری یعنی دس سال تھی۔

کمائی کے ذرائع اور ان میں افضل کا بیان

کمائی کے ذرائع اور ان میں جو افضل ہے اس کی تعیین میں سلف میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تجارت افضل ہے۔ اور ابو الحسن ماوردی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ زراعت افضل ہے، امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمانا افضل ہے اور اس میں زراعت کو بھی شامل کیا ہے۔ صاحب بحر فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہاء (احناف) کے نزدیک جہاد کے بعد کمائی کا سب سے افضل طریقہ تجارت ہے پھر زراعت ہے پھر صنعت وحرفت ہے۔ میرے نزدیک کمائی کے ذرائع تین ہیں۔ تجارت، زراعت اور اجارہ، اور ہر ایک کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں بعض حضرات نے صنعت وحرفت کو بھی اس میں شامل کیا ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔ میرے نزدیک وہ ذرائع کمائی میں نہیں۔ اسباب آمدنی میں ہے اور آمدنی کے اسباب بہت سے ہیں ہبہ ہے، میراث ہے، صدقہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ جنہوں نے اس کو کمائی کے اسباب میں شمار کیا میرے نزدیک صحیح نہیں۔ اس لئے کہ نرا صنعت وحرفت کمائی نہیں ہے کیونکہ اگر ایک شخص کو جوتے بنانے کتنے ہیں یا جوتے بنانے کا پیشہ کرتا ہے وہ جوتے بنا کر کوٹھی بھرلے اس سے کیا آمدنی ہوگی، یا تو اس کو بیچے گا۔ یا کسی کا نوکر ہو کر اس کا بنائے یہ دونوں طریقے تجارت یا اجارہ میں آگئے اور اس سے زیادہ قبیح جہاد کو کمائی کے اسباب میں شمار کرنا ہے۔ اس لئے کہ جہاد میں اگر کمائی کی نیت ہوگئی تو جہاد ہی باطل ہوگیا، حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کوئی جہاد کے لئے نکلتا ہے اور اس کے ساتھ دنیوی مال ومنال کا بھی طالب ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ

اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ (رواہ ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک آدمی غنیمت کی نیت سے جہاد کرتا ہے دوسرا شہرت کے لئے جہاد کرتا ہے۔ تیسرا اپنی بہادری دکھانے کے لئے، کون شخص واقعی مجاہد ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرے وہی حقیقی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ (مشکوٰۃ ص۳۳۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو شہرت اور غنیمت کے لئے جہاد کرتا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی نفع نہیں، سائل نے تین دفعہ پوچھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی یہی فرماتے رہے کہ اس کو کوئی نفع نہیں، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو بالکل خالص ہو اور صرف اسی کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ہو۔ (رواہ ابوداؤد، والنسائی)

میں پہلے لکھ چکا کہ میرے نزدیک تجارت افضل ہے وہ بحیثیت پیشہ کے ہے اس لئے کہ تجارت میں آدمی اپنے اوقات کا مالک ہوتا ہے، تعلیم و تعلم، تبلیغ، افتاء وغیرہ کی خدمت بھی کر سکتا ہے، لہٰذا اگر اجارہ دینی کاموں کے لئے ہو تو وہ تجارت سے بھی افضل ہے اس لئے کہ وہ واقعی دین کا کام ہے مگر شرط یہ ہے کہ دینی کام مقصود ہو اور تنخواہ بدرجہ مجبوری ہے میرے اکابر دیوبند کا زیادہ معاملہ اسی کا رہا اور اس کا مدار اس پر ہے کہ کام کو اصل سمجھے اور تنخواہ کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اسی لئے کسی جگہ پر اگر کوئی دینی کام کر رہا ہو۔ تدریس، افتاء کا وغیرہ وغیرہ اور اس سے زیادہ کسی دوسرے مدرسہ میں زیادہ تنخواہ ملے تو پہلی جگہ کو محض کثرت تنخواہ کی وجہ سے نہ چھوڑے۔ میں نے اپنے جملہ اکابر کا یہ معمول بہت اہتمام سے ہمیشہ دیکھا جس کو آپ بیتی نمبر ۶ میں لکھوا چکا ہوں کہ انہوں نے اپنی تنخواہوں کو ہمیشہ اپنی

حیثیت سے زیادہ سمجھا۔ حضرت اقدس سیدی و مرشدی حضرت سہارنپوری اور حضرت شیخ الہندؒ کے متعلق لکھوا چکا ہوں۔ میرے حضرت کی آخری تنخواہ مظاہر علوم میں چالیس تھی اور حضرت شیخ الہندؒ کی آخری تنخواہ دارالعلوم میں پچاس روپے تھی ان دونوں کے متعلق جب بھی ممبران اور سرپرستان کی طرف سے ترقی تجویز ہوئی تو دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کر دیا کرتے تھے کہ ہماری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے، دونوں مدرسوں میں جب مدرس دوم کی تنخواہیں ان کی تنخواہ کے برابر پہنچ گئیں تو ممبران نے یہ کہہ کر کہ اب ماتحت مدرسوں کی تنخواہیں صدر مدرس کی تنخواہ سے زیادہ نہیں ہو سکتیں۔ آپ کے انکار سے ان کی ترقیات رک جاویں گی اس پر مجبوراً ہر دو اکابر نے اپنی اپنی ترقی قبول کی۔

میرے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ جب ایک سالہ قیام حجاز کے بعد آخر ۱۳۳۴ھ میں مظاہر علوم واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا اور حضرت کو اطلاعی تار بمبئی میں مل چکا تھا۔ حضرت نے مدرسہ سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار فرما دیا تھا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کر سکتا لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے، وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں ملکر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام بخوبی نہیں کر سکتا اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں، اس پر حضرت اقدس شاہ عبد الرحیم صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں۔ حضرت رائپوری نے لکھا کہ آپ کے وجود کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے۔ آپ کے وجود سے مدرسہ کا سارا انتظام باحسن وجوہ قائم ہے اس لئے آپ کو مدرسہ اب تعلیم کی تنخواہ نہیں دے گا مدرسہ ناظم مدرسہ کی تنخواہ دے گا۔ حضرت کے مدرسہ میں تشریف نہ رکھنے سے مدرسہ کا سخت نقصان ہے۔ حضرت

تھانوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت رائپوری کی تائید فرمائی اس وقت حضرت شیخ الہندؒ مالٹا میں تھے۔ یہی تینوں حضرات سرپرست تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے متعلق آپ بیتی صفحہ ۔۔۔ پر لکھوا چکا ہوں کہ ایک رئیس مولوی اسماعیل جو علیگڑھ کے رئیس تھے ان کو حدیث پڑھنے کا شوق ہوا تو حضرت نانوتوی کی خدمت میں لکھا کہ کسی عالم کو جو حضرت کے نزدیک قابل اعتماد ہو علی گڑھ بھیجدیا جائے تاکہ میں ان سے حدیث پڑھوں۔ جواب میں مولانا نے تحریر فرمایا کہ کسی اور عالم کو فرصت کہاں جو آپ کے پاس جانے پر راضی ہو سکے۔ البتہ ایک بیکار خود یہ فقیر ہے حکم ہو تو بندہ وہی حاضر ہو کر آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرے۔ مولوی اسماعیل کے لئے تو یہ نوید جانفزا تھی کہ خود حضرت نانوتوی پڑھانے پر آمادہ ہو گئے ہیں سمجھتے ہیں کہ صرف ان کو پڑھانے کے لئے حضرت نے علی گڑھ میں قیام فرمایا اور مولوی اسماعیل جو کتابیں پڑھنا چاہتے تھے ان کو پڑھا کر آپ علی گڑھ سے واپس تشریف لے گئے۔ نواب صاحب اس قصے کے ساتھ تنخواہ کی کمی بیشی کا بھی ذکر کرتے تھے تنخواہ کا مسئلہ جب پیش ہوا تو مولوی اسماعیل نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت والا جو فرمائیں گے وہی رقم خدمت میں پیش کی جائے گی۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ جب تک میں تمہارے یہاں ہوں ماہوار پندرہ روپے مجھے دیدینا تاکہ گھر بھیجدوں اس قلیل رقم کو سن کر مولوی اسماعیل شرمندہ تھے لیکن چونکہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ مسئلہ بجائے تمہارے فیصلہ کے میری رائے کے تابع رہے گا۔ اس لئے خاموش ہو گئے کئی مہینے حسب وعدہ پندرہ کی رقم پیش کرتے رہے اسی عرصہ میں مولوی اسماعیل صاحب ایک دن جب پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ میاں اسماعیل جو رقم اب تک تم دیتے تھے اس پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آگئی وہ خوش ہوئے کہ شاید کچھ اضافہ کی منظوری عطا فرمائی جائے گی۔ لیکن جب ان سے حضرت نے یہ فرمایا کہ بھائی پندرہ جو تم دیتے تھے ان میں دس تو میں اپنے گھر کے لوگوں کو دیا کرتا تھا اور پانچ روپے والدہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا کل خط آیا ہے کہ والدہ صاحبہ

کا انتقال ہو گیا ہے اس لئے اس پانچ روپے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی اس لئے آئندہ بجائے پندرہ کے دس روپے دیا کرنا۔ مولوی اسماعیل یہ سن کر حیران تھے کہتے جاتے تھے کہ حضرت مجھ پر کوئی بار نہیں۔ لیکن حضرت کی طرف سے اصرار تھا کہ غیر ضروری روپے کا بار اپنے سر کیوں لوں آخر بات دس ہی روپے والی طے ہو گئی لیکن قاری طیب صاحب نے جنہوں نے یہ قصہ براہ راست نواب صدر یار جنگ سے سنا ہے ان کو اس قصہ کے آخری جزء کے متعلق اشتباہ ہے۔ حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ تصحیح کتب کے سوا درس و تدریس پر کبھی معاوضہ نہیں لیا اس پر تمام اکابر دیوبند کا اتفاق ہے۔

آپ بیتی ۶ میں ارواح ثلثہ سے نقل کیا ہے کہ مولوی امیر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولانا (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) کی طلبی آئی اور پانچسو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کی میں نے کہا کہ اے قاسم! تو چلا کیوں نہیں جاتا تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اس بنا پر وہ پانچ سو روپے دیتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بنا پر جاؤں، میں نے بہت اصرار کیا مگر نہیں مانا۔ انتہیٰ۔

درحقیقت میرے اکابر کے بہت سے واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ تنخواہ کو وہ کبھی اصل یا معتد بہ چیز نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا میں نے اوپر لکھا اور تنخواہ کو محض عطیہ الٰہی سمجھتے تھے جو ہم لوگوں میں بالکل مفقود ہے یہی وہ چیز ہے جسکی بنا پر میں نے اجارہ تعلیم کو سب انواع سے افضل لکھا لیکن ابوداؤد شریف کی ایک حدیث سے اشکال ہے۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ کے چند آدمیوں کو قرآن پڑھایا تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ کوئی مال نہیں ہے اور اس سے میں جہاد میں تیر پھینکوں گا پھر بھی مجھے خیال ہوا کہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے پوچھ لوں۔ میں نے حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ ایک آدمی نے جس کو میں قرآن پڑھایا کرتا تھا یہ مجھے ایک کمان دی ہے اور یہ مال ہے نہیں (کہ اُجرت علی التعلیم میں آسکے) اور اس سے جہاد میں تیر پھینکوں گا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے یہ پسند ہے کہ آگ کا طوق پہنو تو قبول کر لو۔

(کتاب الاجارہ ابوداؤد)

اس حدیث کی بنا پر ائمہ میں تعلیم پر اُجرت لینے میں اختلاف ہو گیا، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک تعلیم پر اُجرت لینی جائز نہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں ایک امام شافعی کے ساتھ جواز کا اور دوسرا امام مالک و امام ابوحنیفہ کے ساتھ عدم جواز کا متاخرین حنفیہ نے بضرورت تعلیم جواز کا فتوی دیا ہے۔ جواز والوں کی دلیل حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سکوت کیا اور جب دیر ہو گئی اور وہ عورت کھڑی رہی تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کو رغبت نہیں ہے تو میرا نکاح ان سے کر دیجئے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں۔ تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اپنی تہبند تو اس کو دے دیگا تو بغیر ازار کے رہے گا۔ لہٰذا کوئی اور چیز مہر میں دینے کے لئے تلاش کرو۔ اس صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تلاش کرو چاہے لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو۔ اس صحابی نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس صحابی نے عرض کیا جی ہاں! فلاں فلاں سورۃ (اور چند سورتیں گنوائیں) تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے

تجھ سے اس کا نکاح کیا بسبب اس قرآن کے جو تجھے یاد ہے۔ درمنثور کی ایک حدیث میں نقل کیا ہے جس میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ "میں نے تجھ سے اس کا نکاح کیا اس شرط پر کہ جو قرآن تجھے یاد ہے اس کو بھی سکھا دے" اور مشکوٰۃ شریف ص۲۵۸ میں فاتحۃ الکتاب سے جھاڑنے پر اُجرت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے باطل جھاڑ پھونک پر کھایا اس نے بُرا کیا تم نے تو حق جھاڑ پھونک پر کھایا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قصہ میں آیا ہے کہ "سب سے زیادہ مستحق اجرت کی کتاب اللہ ہے" اس کے حاشیہ میں لمعات میں نقل کیا ہے۔

"اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ قرآن سے جھاڑ پھونک کرنا اور اس پر اُجرت لینا جائز ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں اور یہی حکم قرآن کے پڑھانے پر اور کتابت پر اُجرت لینے کا ہے۔ اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ الخ (حاشیہ مشکوٰۃ ص۲۵۸ ایچ ایم)۔

اس مسئلہ کی پوری بحث بذل المجہود کتاب الاجارہ کتاب النکاح، اور کتاب الطب میں ہے اور اوجز المسالک کتاب النکاح میں بھی بہت طویل بحث کی گئی ہے جو علماء سے تعلق رکھتی ہے۔ لامع الدراری جلد ثانی کتاب الاجارات میں بھی اس کی بہت تفصیل ہے۔

بندہ کی یہ رائے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ میں توکل اور زہد بہت بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ مثالیں پہلے گزر چکیں۔ دینداروں میں عطایا کا اور بیت المال کا سلسلہ بھی چل رہا تھا اس لئے اس زمانہ میں اُجرت کی ممانعت سے کچھ نقصان نہیں تھا۔ متاخرین کے زمانہ میں بیت المال کا سلسلہ نہیں رہا۔ اور لوگوں میں علی العموم زہد و توکل بھی مفقود ہو گیا۔ اس لئے بغیر اُجرت کے دینی کام کا کرنا بہت مشکل ہو گیا چنانچہ مجموعہ رسائل ابن عابدین کے ساتویں رسالہ شفاء العلیل میں میرے اس خیال کی تائید ملتی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

"محمد بن الفضل نے فرمایا کہ متقدمین نے تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کو اس وجہ سے بُرا سمجھا کہ اس زمانہ میں بیت المال سے عطایا ملتے تھے اور لوگوں کی رغبت بھی دینی امور میں ہوتی تھی اور اب ہمارے زمانہ میں یہ بات نہیں رہی"۔ صـ۱۹۸

بلکہ میرا تو کئی سال سے یہ معمول ہے کہ اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ بغیر تنخواہ کے مدرس نہ رکھا جائے اور اپنا ذاتی تجربہ اپنے مدرسہ کا یہ ہے کہ ابتداً میں میں نے مظاہر علوم میں معین المدرسی کا درجہ شروع کیا تھا جس کو ایک دو، سبق مدرسہ کے اور بقیہ اوقات میں اپنا کوئی تجارتی کام کرنے کا مشورہ دیتا تھا مگر ایک ہی سال بعد ان کی توجہ پڑھانے کی طرف کم ہو گئی اور تجارتی کام میں لگ گئے اور شدہ شدہ دینی کام چھوٹ گیا اور بے تنخواہ مدرس جس بے توجہی سے کام کرتے ہیں، تنخواہ دار نہیں کرتا۔ اور اسلاف کے متعلق جو مشہور ہے کہ وہ تعلیمی کام کے ساتھ ساتھ کچھ تجارت وغیرہ بھی کرتے تھے تو ان پر ہمیں اپنے آپ کو قیاس نہیں کرنا چاہیئے ان کا توکل اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ بقدر ضرورت دنیا میں مشغول ہونا ان کو دینی کام سے ہٹا کر دنیا میں منہمک نہیں کر دیتا تھا بلکہ وہ تجارت کو دینی تعلیم کے تابع رکھتے تھے اور محض رزق کفاف کے لئے تجارت کرتے تھے لیکن اس زمانہ کا حال یہ ہے کہ اگر دینی تعلیم و تدریس کے ساتھ تجارت وغیرہ کمائی کے ذرائع بھی شروع کر دیئے جائیں تو اپنی دینی کمزوری اور توکل کی کمی کیوجہ سے ساری توجہ دنیا کی طرف ہو جاتی ہے۔ اور تعلیم و تدریس سے طبیعت بالکل علیحدہ ہو جاتی ہے اسی تجربہ کی وجہ سے میں نے ہمیشہ مدارس میں صنعت و حرفت کو داخل کرنے سے اختلاف کیا کہ جو کچھ دل ربائی دل سے یہ طلبہ و مدرسین تعلیمی کام کر رہے ہیں صنعت و حرفت کے آجانے کے بعد بالکل ہی ہاتھ سے جاتے رہیں گے اسی لئے مولانا روم نے فرمایا ہے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

جب تک آدمی ان حضرات کے برابر زہد و توکل حاصل نہ کرلے محض اوپر سے دیکھ کر ان کے کاموں کو نہ اختیار کرے ہاں جب اس مرتبہ تک پہنچ جائے اور اپنے اوپر اتنا اعتماد ہو جائے کہ دونوں کاموں کو نباہ سکے تو یہ یقیناً بہتر ہے۔ اسی واسطے ہمارے اکابر کا یہی دستور رہا ہے، چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے ابتداء میں سہارنپور میں دس روپے تنخواہ پر بچوں کو پڑھانے کے لئے ملازمت کی اور حضرت نانوتوی کے متعلق بھی گذر چکا کہ کچھ دنوں حدیث پڑھانے پر اور تصحیح کتب پر تنخواہ لی اور حضرت تھانویؒ کا قصہ مشہور ہے ابتداء میں کانپور میں ملازمت کی اور بعد میں حضرت گنگوہیؒ سے خط و کتابت سے مشورہ کیا کہ میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں حضرت تھانویؒ نے تین مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کو خطوط لکھے اور حضرت گنگوہیؒ نے تینوں دفعہ ملازمت چھوڑنے کی ممانعت فرمادی اور چوتھی دفعہ حضرت تھانویؒ نے ملازمت چھوڑ کر تھانہ بھون آکر خط لکھا کہ حضرت میں ملازمت چھوڑ کر آگیا تو حضرت گنگوہیؒ نے بہت اظہار مسرت کیا اور بہت دعائیں دیں اور تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ روزی سے پریشان نہیں ہوگے، میرے والد صاحب چونکہ حضرت گنگوہیؒ کے خطوط لکھا کرتے تھے حضرت سے عرض کیا کہ تین دفعہ انہوں نے اجازت مانگی اور آپ نے منع کر دیا اور اب ملازمت چھوڑنے پر دعائیں دیں تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مشورہ وہ کیا کرتا ہے جس کے دل میں ڈگڈگا ہو اور جب پختہ ہو جائے تو مشورہ نہیں کرتا۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مجالس حکیم الامت ص۲۲ میں لکھا ہے کہ ترک ملازمت کانپور کے بعد خانقاہ تھانہ بھون میں متوکلانہ قیام فرمایا تو اس وقت ضروریات خانگی کے لئے ڈیڑھ سو روپے قرض ہو گیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات ہو چکی تھی ان کے بعد حضرت حکیم الامتؒ حضرت گنگوہیؒ کو اپنے شیخ کا قائم مقام سمجھ کر مشکلات میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے، عرض حال اور ادائے قرض کی دعا کے لئے گنگوہ کو خط لکھا، جواب آیا کہ مدرسہ دیوبند میں ایک جگہ ملازمت کی خالی ہے اگر رائے

ہو تو میں ان کو لکھ دوں، حضرت نے فرمایا اس جواب سے میں کشمکش میں پڑ گیا کہ اس ملازمت کو اختیار کرتا ہوں تو حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد کی مخالفت ہوتی ہے اور نہیں کرتا تو حضرت گنگوہیؒ کے اس ارشاد کے باوجود قبول نہ کرنا ایک گونہ بے ادبی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے صحیح جواب دل میں ڈالدیا۔ میں نے لکھا کہ حضرت! میری عرض تو اس خط سے صرف دعا تھی کسی ملازمت یا ذریعہ معاش کی طلب مقصود نہ تھی کیونکہ حضرت حاجی صاحب نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ کانپور کی ملازمت چھوڑو تو پھر کوئی دوسری ملازمت اختیار نہ کرنا۔ اب میں حضرت کو ہی حضرت حاجی صاحبؒ کے قائمقام سمجھتا ہوں اگر اس پر بھی ملازمت اختیار کرنے کا حکم ہو تو میں اس کو بھی حاجی صاحبؒ ہی کا حکم سمجھوں گا اور پہلے حکم کا ناسخ قرار دیکر ملازمت اختیار کر لوں گا۔ اس پر حضرت گنگوہیؒ کا جواب آیا کہ اب آپ کوئی ملازمت نہ کرد انشاء اللہ تعالیٰ پریشانی نہیں ہوگی۔

اسی مجالس حکیم الامت ص۳۲ پر حضرت نانوتوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے متعلق لکھا ہے کہ۔

> حضرت ممدوح کے علمی اور عملی کمالات سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ معاشی ضرورت کا احساس ہوا تو مطبع مجتبائی دہلی میں کتابوں کی تصحیح کے لئے ملازمت اختیار کر لی، کل دس روپے ماہوار تنخواہ تھی۔ ایک مرتبہ اس سے بھی جی گھبرایا تو اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے مشورہ کیا کہ یہ تنخواہ لینا بھی چھوڑ دیں اور جو کام بھی کریں لوجہ اللہ تعالیٰ بے تنخواہ کریں۔ حضرت حاجی صاحب امام وقت تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ ترک مشاہرہ کے لئے مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں، مشورہ دلیل تردد ہے اور تردد کی حالت میں ترک اسباب موجب پریشانی ہوتا ہے۔ ترک اسباب تو اس وقت روا ہوتا ہے جب آدمی مغلوب الحال ہو جاوے۔

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب خود متوکل تھے فقر و فاقہ کے سخت مراحل سے گذرے ہوئے تھے مگر اپنے مریدین کے لئے اس کا اہتمام فرماتے تھے کہ وہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور مکتوبات امدادیہ میں ص ۱۱ مکتوب ۲ میں حضرت حاجی صاحبؒ نے خود حضرت تھانویؒ کو لکھا ہے۔

ترک تعلق مصلحت نیست زیرا کہ ایں امر بجز تجرد نمی زیبد عیال را مضطر گذاشتن قرین ناعاقبت اندیشی است و در وے ہیچ فائدہ ندارد، بخلق اللہ فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ است و گاہے گاہے بخدمت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب رفتہ باشند و احوال بسمع مبارک ایشاں رسانیدن نافع خواہد شد انشاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ:۔ اسباب سے تعلق کو ختم کر دینا مصلحت کی بات نہیں اس لئے کہ یہ بات سوائے تجرد کی حالت کے اور کسی حالت میں اچھی نہیں لگتی، اہل و عیال کو معاش کے معاملہ میں مضطرب اور پریشان چھوڑ دینا ناعاقبت اندیشی کی بات ہے اور کوئی فائدہ نہیں، مخلوق خدا کو دینی فائدہ پہنچانا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے قریب ترین راستہ ہے۔ اور کبھی کبھی عزیزم مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں بھی جاتے رہیں۔ اور اپنے احوال ان کے سمع مبارک تک پہنچانا بھی انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا۔"

اسی پر حضرت تھانویؒ نے فائدہ کے تحت فرمایا ہے۔

یعنی جس شخص کے نفس میں مجاہدہ و ریاضت سے پوری قوت توکل کی پیدا نہ ہوئی ہو وہ ظاہری اسباب معیشت کو ترک نہ کرے ورنہ نفس کو تشویش و بدگمانی قضائے الٰہی کے ساتھ پیدا ہوگی اور تشویش میں کوئی کام درست نہیں ہوتا، بالخصوص باطن کا کام جس میں سراسر جمعیت کی ضرورت ہے۔ البتہ جس وقت قلب میں قوت کا اعتماد علی الحق پیدا ہو جائے تو ترک اسباب جائز ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ جلدی نہ کرے جب تک پورے طور سے اس صفت میں اپنا امتحان نہ کرے اور شیخ کی بھی اجازت

شرح جا قیے الخ

اس ملازمت کے بعد تجارت افضل ہے، اس لئے کہ تاجر اپنے اوقات کا حاکم ہوتا ہے وہ تجارت کے ساتھ دوسرے دینی کام تعلیم، تدریس، تبلیغ وغیرہ بھی کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تجارت کی فضیلت میں مختلف آیات و احادیث ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔	خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں اُن کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔

اور بھی بہت سی آیات تجارت کی فضیلت میں ہیں ان کے علاوہ احادیث میں ہے۔

التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء	سچا امانتدار تاجر (قیامت میں) انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(رواہ الترمذی، ترغیب)

نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

ان اطيب الكسب كسب التجار الذين اذا حدثوا لم يكذبوا واذا ائتمنوا لم يخونوا واذا وعدوا لم يخلفوا واذا اشتروا لم يذموا واذا باعوا لم يمدحوا واذا كان عليهم لم يمطلوا واذا كان لهم لم يعسروا (ترغیب ص ۳۶۵)	بہترین کمائی ان تاجروں کی کمائی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے، اور خریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کر کے دیدے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تاکہ زیادہ ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو ٹال

مشغول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہو تو وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامۃ۔

(رواہ الاصبہانی وغیرہ، ترغیب ص[illegible])

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت میں عرش کے سایہ میں ہوگا۔

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال ان التاجر اذا کان فیہ اربع خصال طاب کسبہ اذا اشتری لم یذم واذا باع لم یمدح ولم یدلس فی البیع ولم یحلف فیما بین ذلک۔

(رواہ الاصبہانی ایضاً وغیرہ ایضاً)

(ترغیب ص[illegible])

حضرت ابو امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جب تاجر میں چار باتیں آجائیں تو اس کی کمائی پاک ہو جاتی ہے۔ جب خریدے تو اس چیز کی مذمت نہ کرے اور بیچے تو اپنی چیز کی بہت زیادہ تعریف نہ کرے۔ اور بیچنے میں گڑبڑ نہ کرے اور خرید و فروخت میں قسم نہ کھائے۔

وعن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا فان صدقا البیعان وبینا بورک لھما فی بیعھما وان کتما وکذبا فعسی ان یربحا

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ خرید و فروخت کرنے والے کو (بیع توڑنے کا) حق ہے جب تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ اگر بائع ومشتری سچ بولیں اور مال اور قیمت

وكتما محقت بركة بيعهما۔ (رواه البخاري ومسلم، ترغيب ص٣٨٦)

کے عیب اور کھرے کھوٹے ہونے کو بیان کردیں تو ان کے بیع میں برکت ہوتی ہے اور اگر عیب کو چھپالیں اور جھوٹ اوصاف بتادیں تو شاید کچھ نفع کمالیں (لیکن) بیع کی برکت ختم کردیتے ہیں۔

واخرج سعيد بن منصور في سننه عن نعيم بن عبد الرحمن الازدي ويحيى بن جابر الطائي مرسلاً قال المناوي رجاله ثقات تسعة اعشار الرزق في التجارة والعشر في المواشي يعني النتاج۔

(التراتيب الادارية ص٢٠)

امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نعیم بن عبد الرحمٰن اور یحییٰ بن جابر سے مرسلاً نقل کی ہے۔ نو حصے رزق تجارت میں ہے اور ایک حصہ جانوروں کی پرورش و پرداخت میں ہے۔

واخرج الديلمي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما اوصيكم بالتجار خيرا فانهم برد الآفاق وامناء الله في الارض۔

(التراتيب الادارية ص٢٠)

دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ تمہیں تاجروں کے ساتھ خیر کے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ ڈاکیے اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

وفي العتبية قال مالك قال عمر ابن الخطاب رضي الله تعالى عنه عليكم بالتجارة لا تفتنكم هذه الحمراء على دنياكم۔

(التراتيب الادارية ص٢٠)

عتبیہ میں ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجارت کو ضروری سمجھو، یہ سرخ لوگ (عجمی غلام) تمہاری دنیا پر امتحان نہ بن جائیں

فائدہ:۔ حضرت امام اشہب مالکیؒ نے فرمایا کہ قریش کے لوگ تجارت کرتے تھے اور عرب لوگ تجارت کو حقیر سمجھتے تھے۔ اور سرخ لوگوں سے مراد عجمی غلام

تھے جو عموماً سرخ رنگ کے ہوتے تھے۔

اور المدخل ابن حاج میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے تو دیکھا کہ عموماً تجارت کرنے والے باہر سے آئے ہوئے اور عوام الناس ہیں۔ یہ دیکھ کر غمگین ہوئے اور جب خاص خاص لوگ جمع ہوئے تو ان سے حضرت عمرؓ نے یہ بات بیان کی، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مال غنیمت کی وجہ سے تجارت کرنے سے ہمکو مستغنی کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسا کروگے تو تمہارے مردان کے مردوں کے اور تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کے محتاج ہوجائیں گے۔

علامہ عبد الحیٰ کتانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی فراست اس اُمت کے بارے میں بالکل سچی ہوئی کیونکہ جب اس اُمت نے شروع طریقہ سے تجارت کو چھوڑ دیا تو اس کو غیروں نے اختیار کرلیا اور اُمت مسلمہ غیر مسلموں کی محتاج ہوگئی۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں تک میں دوسروں کے محتاج ہوگئے۔ (التراتیب الاداریہ ص۲)

اسی کتاب میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ ترمذی نے ایک مستقل باب تبکیر بالتجارۃ کا باندھا ہے یعنی علی الصباح تجارۃ شروع کرنا۔ اور اسی باب میں حضرت صخر غامدیؓ کی حدیث نقل فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا فرمائی اللھم بارک لامتی فی بکورھا، (اے اللہ میری اُمت کے صبح صبح کام کرنے میں برکت دے) اور حضرت صخر نے یہ بھی کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب کوئی لشکر بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے، اور یہ حضرت صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے اور جب اپنے ملازموں کو تجارت کے لئے بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے۔ چنانچہ خوب نفع ہوا۔ اور مال بہت بڑھا۔

عن سعد بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول	حضرت سعد بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی تعالیٰ علیہ والہ وسلم
من باع عقاراً او داراً ولم یجعل نے زمین یا کوئی مکان بیچا اور اس کی قیمت
ثمنہا فی مثلہا لم یبارك لہ۔ کو اسی جیسی کسی دوسری چیز میں نہیں
(ابن ماجہ، التراتیب الاداریۃ ص۲۳) لگایا تو اس کے لئے برکت نہیں۔

صحابہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت معروف تھی۔ اصابہ میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت ایک تاجر کے معروف آدمی تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بعثت کے وقت ان کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے ان میں سے غلام آزاد کرتے تھے، مسلمانوں کی خبر گیری کرتے تھے یہاں تک کہ جب مدینہ منورہ آئے تو صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے، اور موت کے وقت کچھ نہیں چھوڑا اور تاریخ ابن عساکر میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی موجودگی ہی میں شہر بصریٰ تجارت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شوق اور تعلق خصوصی بھی سفر تجارت سے مانع نہ ہوا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو دوسرے دن صبح کو تجارت کی غرض سے سر پر کپڑے اُٹھائے ہوئے بازار کی طرف نکلے، اس موقع پر حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کام کیسے کر دگے حالانکہ مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری آپ پر ڈالدی گئی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا پھر میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے لئے روزینہ مقرر کر دیں گے، لہٰذا انہوں نے ایک بکری کی قیمت کا کچھ حصہ مقرر کر دیا۔ ابن زکری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو مصالح مسلمین میں مشغول ہو مثلاً قاضی، مفتی، مدرس، ان کا بھی یہی معاملہ ہونا چاہئے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تجارت کرتے تھے۔ بعض احادیث جو انہیں نہ معلوم ہو سکیں ان کے بارے میں اُنہوں نے خود فرمایا۔ الھانی الصفق

فی الاسواق۔ (مجھے بازار کے کاروبار نے مشغول رکھا جس کی وجہ سے بعض باتیں معلوم نہ ہو سکیں متعدد محدثین نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کوئی موقع ایسا نہیں جس میں مجھے موت آجانا اس سے زیادہ محبوب ہو کہ میں اپنی محنت اور کوشش سے روزی طلب کر رہا ہوں، یعنی اس موقع پر موت آجانا جہاد کے علاوہ تمام مواقع سے بہتر ہے اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی تاجر تھے۔ ان کا تاجر ہونا تو بہت زیادہ مشہور ہے، زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں تاجر رہے (الخ ملخصا من التراتیب الاداریہ) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے جب چندہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ پیش کئے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر اپنی آستین میں ایک ہزار دینار (اشرفی) لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے ان کو اپنی گود میں الٹتے پلٹتے ہوئے یہ فرمایا۔ آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہ دے گا۔ دو مرتبہ ایسا ہی فرمایا۔ دوسری جگہ ص۲۲ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے۔

تراتیب الاداریہ میں تاجرین کی فہرست میں حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم گرامی بھی لکھا ہے۔ ان کا تاجر ہونا اور شام کی طرف ساجھے پر تجارت کے لئے مال دیکر لوگوں کو بھیجنا معروف و مشہور ہے۔ انہوں نے اپنے غلام میسرہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو بھی مال دیکر تجارت کے لئے بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ دوسروں کو جو نفع کا حصہ دیتی ہوں، آپ کو اس کا دوگنا دوں گی، آپ شام تشریف لے گئے اور بصریٰ شہر کے بازار میں ان کا مال فروخت فرمایا۔ اور دوسرا مال خرید کر واپس تشریف لائے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کو دوگنا نفع ہوا جتنا اور لوگوں کی تجارت سے ہوتا تھا۔ پھر اُنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس کا بھی دوگنا دیا جتنا طے کیا تھا

حضرت زبیر بن العوام رضی بھی تاجر تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے تجارت میں بہت زیادہ کمایا تو فرمایا کہ میں نے کبھی عیب دار چیز نہیں خریدی، اور نفع کا کبھی ارادہ نہیں کیا اور اللہ جمکو چاہے برکت دے، ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر رضی کے ہزار غلام تھے جو روزانہ ان کی خدمت میں کمائی کا ایک مقرر حصہ پیش کرتے تھے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے صحیح بخاری میں حضرت عبد الرحمٰن کا بیان نقل کیا ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ (مواخاۃ) کرادی۔ سعد بن ربیع نے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا ہوں۔ لہٰذا میں اپنا آدھا مال تم کو دیدیتا ہوں۔ اور میری دو بیویاں ہیں تمہاری وجہ سے ان میں سے ایک جس کو تم چاہو طلاق دیدیتا ہوں جب اس کی عدت گذر جائے تو تم نکاح کر لینا میں نے کہا بارک اللہ لک فی اہلک ومالک۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت دے) اس پیشکش کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو بازار کا راستہ بتادو جہاں کاروبار ہوتا ہو چنانچہ بنو قینقاع کا بازار بتا دیا گیا۔ وہاں اُنہوں نے پہلے ہی دن تجارت کی اور اسی دن نفع میں بہت سا پنیر اور گھی بچا کر لے گئے۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا۔ تھوڑا ہی سا وقت گذرا تھا کہ اُنہوں نے شادی بھی کر لی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے کپڑوں پر ذرا سا پیلے رنگ کا اثر تھا (جو بیوی کے کپڑے سے لگ گیا تھا) آپ نے فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ فرمایا تم نے مہر میں اس کو کیا دیا ہے؟ عرض کیا ایک گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ولیمہ کر دخواہ ایک ہی بکری ہو۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی کو اللہ تعالیٰ نے اسقدر مال دیا کہ جس عورت سے نکاح کیا تھا اس کو مرض الموت میں جب طلاق

دی تو بطور مصالحت کل مال کے آٹھویں حصہ کا ۱/۴ اس کو دیا تو ۸۴ ہزار تھا۔

(تراتیب الاداریہ ص۲۴)

اپنے کثیر المال ہونے کے باعث فیاض بھی بہت تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ ان کے بیٹے ابو سلمہ سے کہا کہ اللہ تیرے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب کرے اور وجہ اس دعا دینے کی یہ تھی کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک باغ دیا تھا جو بعد میں چالیس ہزار میں فروخت ہوا۔ (مشکوٰۃ ص۵۶۶)

تراتیب الاداریہ میں حضرت سعد بن عائذ مؤذن کی تجارت کا بھی ذکر ہے۔ یہ حضرت عمار بن یاسر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اصابہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ قرظ کی تجارت کرتے تھے۔ یہ ایک خاص قسم کے پتے تھے جن سے کچی کھالوں کو رنگا جاتا تھا اسی تجارت کی وجہ سے ان کا لقب سعد القرظ پڑ گیا تھا، امام بغوی نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اپنی تنگدستی کی شکایت کی آپ نے ان کو تجارت کا حکم فرمایا چنانچہ وہ بازار گئے اور تھوڑی سی قرظ خریدی پھر اسے فروخت کیا جس میں نفع ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے حکم دیا کہ اسی کاروبار کو کرتے رہو۔

نیز تراتیب الاداریہ میں ابو معلق انصاری کا تذکرہ بھی تاجروں کی فہرست میں کیا ہے۔ وہ اپنا مال اور دوسروں کا مال لے کر تجارت کرتے تھے اور دور دراز ملکوں میں سفر کرتے تھے اور اس کے باوجود عبادت گذار، پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور حضرت سفیان بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہؓ کی روزانہ کی آمدنی ایک ہزار وافیہ تھی اور ایک وافیہ ایک دینار کے ہموزن ہوتا ہے۔ (التراتیب الاداریہ ص۲۴)

اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا پھرتا ہے اور انصار و مہاجرین

اتنی حدیثیں نہیں بیان کرتے۔ حالانکہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازار کی مشغولی (یعنی تجارت کی) تھی اور میں صرف پیٹ بھرائی روٹی پر (اور کبھی وہ بھی نہ ملتی تھی) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے چمٹا رہتا تھا۔ لہٰذا جب وہ غائب ہوتے تو تب بھی میں حاضر رہتا اور میں منجملہ مساکین اہل صفہ کے ایک مسکین تھا۔ (کوئی جائداد میری تھی نہیں جس میں مشغولی ہوتی) اس لئے میں یاد رکھتا تھا جبکہ وہ بھول جاتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ایک مرتبہ ایک گفتگو کے دوران فرمایا کہ جو کوئی میری اس گفتگو کے دوران اپنا کپڑا پھیلائے اور گفتگو ختم ہونے کے بعد کپڑے کو لپیٹ لے تو وہ میری بات کو محفوظ کرے گا۔ تو میں نے اپنی چادر پھیلادی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اپنی بات پوری فرمالی تو اس چادر کو اپنے سینے سے چپٹالیا۔ پھر کوئی بات میرے حافظے سے نہیں نکلی۔ (بخاری ومسلم)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف چیزوں کی تجارت کرتے تھے جس کی تفصیل تراتیب الاداریہ میں ہے۔ اس میں مختلف ابواب کے تحت صحابہ کا مختلف انواع تجارت کا ذکر کیا ہے۔

تجارت کے بعد میرے نزدیک زراعت افضل ہے۔ زراعت کے متعلق حدیث میں آیا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان جو درخت لگائے یا زراعت کرے پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی جانور کھالے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں سے کچھ چوری ہو جائے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۸)

اور ضرورت کے اعتبار سے بھی زراعت اہم ہے کیونکہ اگر زراعت نہ کی جائے تو کھائیں گے کہاں سے۔

زراعت کی فضیلت قرآن پاک میں کئی جگہ سے آئی ہے اور بطور احسان کے اللہ جل شانہ نے کئی جگہ آسمان سے پانی برسانے کا ذکر کیا ہے تاکہ کھیتی کی جائے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا۔ (الآیۃ)

(پ سورۃ انعام)

اور اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر چیز کے پودے اگائے پھر ہم نے اس سے سبز چیز نکالی اس کے ذریعہ غلوں کے دانے نکالے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے اور باغ انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی، دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے۔ اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے۔

(ترجمہ شیخ الہند)

اور اس قسم کی بہت سی آیات ہیں کھیتوں اور باغوں کے پیدا کرنے پر جن میں احسان جتایا ہے۔ سورۃ ہود میں ارشاد ہے۔

هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ۔

اسی نے بنایا تمکو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں، سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف تحقیق میرا رب نزدیک ہے، قبول کرنے والا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

امام ابوبکر جصاص رازیؒ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے زمین کو آباد کرنے کا وجوب مستنبط ہوتا ہے خواہ کھیتی سے ہو خواہ باغ لگا کر خواہ عمارتیں بنا کر۔ اور صدقہ جاریہ کے سلسلہ میں جہاں اور کئی چیزیں وارد ہوئی ہیں ان میں یہ الفاظ بھی ہیں "او غرس غرسا"، یعنی کوئی شخص پودا لگا دے اور اس سے انتفاع ہوتا ہے تو اس سے بھی مرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔ (التراتیب الاداریۃ بحوالہ ابن نعیم)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

وسلم قال ان قامت الساعة و في يد احدكم فسيلة فان استطاع ان لا تقوم حتى يغرسها فليغرسها (الاحاديث الصحيحة صـ)

نے فرمایا کہ اگر قیامت آجائے اور تمہارے میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو۔ (جس کو لگا رہا ہو) تو اگر وہ اس پر قادر ہو کہ قیام قیامت سے پہلے پہلے اس کو لگادے تو ایسا ضرور کرلے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

عن معاوية بن قرة قال لقي عمر بن الخطابؓ ناساً من اهل اليمن فقال من انتم؟ فقالوا متوكلون قال كذبتم، ما انتم متوكلون انما المتوكل رجل القى حبه في الارض وتوكل على الله۔ اخرجه الحاكم وابن ابي الدنيا في التوكل والعسكري في الامثال والدينوري في المجالسة (التراتيب الادارية صـ)

حضرت معاویہ بن قرہ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ کی یمن کے چند آدمیوں سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم توکل کرنے والے لوگ ہیں (یعنی کوئی کام نہیں کرتے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو (دعوئ توکل میں) حقیقت میں توکل کرنے والا تو وہ آدمی ہے جس نے دانہ زمین میں ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔

ان روایات پر ایک روایت سے اشکال ہوتا ہے جو حضرت ابوامامہؓ سے بخاری میں نقل کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوامامہؓ نے کسی کے پاس ہل اور زراعت کرنے کے کچھ آلات دیکھے تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جس گھر میں بھی یہ چیز داخل ہوئی وہاں ذلت بھی داخل کر دیتی ہے (مشکوٰۃ ص۲۵ بحوالہ بخاری)

لامع الدراری میں لکھا ہے کہ یہ اور اسی قسم کی دوسری احادیث اس پر محمول ہیں کہ کسی نے خراجی زمین کی زراعت کی ہو اور اس کا خراج ادا کرتا ہو تو یہ بھی ذلت کی چیز ہے یا اس میں اتنا مشغول ہو جائے کہ دین و دنیا میں ذلیل ہونا پڑے۔ اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ تاویل بہت سے شراح نے کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ متر

ابونعیم میں ہے کہ۔ الا ادخلوا علیٰ انفسھم ذ لّا لا یخرج عنھم الیٰ یوم القیامۃ اور اس سے مراد وہ حقوق ہیں جو حکام ان سے وصول کرتے ہیں۔ اور کھیتی کرنا پہلے زمیوں کے ذمہ تھا اسی واسطے صحابہؓ کھیتی میں مشغول ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزہ اخبار عن المغیبات میں سے ہے کیونکہ آج کل یہ امر مشاہد ہے کہ زیادہ تر ظلم کھیتی کرنے والوں ہی پر ہوتا ہے۔ اور امام بخاری نے دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس طرح پر کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ انجام کار ذلت ہے اور وہ اس طرح پر کہ کھیتی میں اتنا مشغول ہو جائے کہ اس کی وجہ سے جن چیزوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے ان کو بھی ضائع کر دے یا ضائع تو نہ کرے مگر اس میں حد سے تجاوز کر جائے اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابو امامہؓ کی حدیث اس بات پر محمول ہے کہ آدمی خود کھیتی کرے۔ لیکن اگر اس کے پاس بہت سے مزدور ہوں جو یہ کام کرتے ہوں تو یہ مراد نہیں۔ اور داؤدی سے نقل کیا ہے یہ اس کے لئے ہے جو دشمن (کفار) سے قریب رہتا ہو۔ وہ اگر کھیتی میں مشغول ہو جائے گا تو دشمن اس پر غالب آجائیں گے۔

باقی اپنی زمین دوسرے کو دینا مزارعت کہلاتا ہے، زراعت اور چیز ہے مزارعت اور چیز ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قواعد شرعیہ کی رعایت ہر چیز میں بہت ضروری ہے جیسا کہ اس بارے میں اوجز المسالک صفحہ ۲۳۲ باب کراء الارض میں بہت لمبی بحث کی گئی ہے۔ اور شرعی حدود کی رعایت ان ہی تینوں میں نہیں بلکہ دین کے ہر معاملے میں ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن کا فیصلہ کیا جائیگا (وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے، سب سے پہلے) ایک شہید کو لایا جائیگا، اس کو تمام نعمتیں (جو اس پر کی گئیں) پہچنوائی جائیں گی وہ پہچان لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے مقابلہ میں تو نے کیا عمل کیا، وہ کہے گا کہ تیرے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے

جھوٹ بولا۔ تو نے صرف اس لئے قتال کیا تا کہ کہا جائے کہ بڑا بہادر ہے وہ کہا جا چکا پھر اللہ تعالےٰ حکم دیں گے اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالدیا جائیگا۔

پھر دوسرا آدمی ایک عالم لایا جائیگا جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پاک پڑھا ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ ساری نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالےٰ فرمائیں گے ان نعمتوں کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا وہ کہے گا کہ میں نے علم پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے۔ ہاں علم اس واسطے پڑھا تا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس واسطے پڑھا تاکہ لوگ قاری کہیں وہ کہا جا چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے تو اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

پھر تیسرا شخص مالدار لایا جائیگا جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اقسام کے وافر مقدار میں مال دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا اقرار کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ان کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا۔ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسا موقع جس میں مال کا خرچ کرنا آپ کو پسند ہو نہیں چھوڑا جس میں خرچ نہ کیا ہو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے۔ ہاں تو نے صرف اس واسطے کیا تا کہ کہا جائے کہ بڑا سخی ہے تو وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم دیا جائیگا اور اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص۳۳)

حالانکہ علم جیسی اہم چیز اور شہادت وسخاوت تینوں چیزیں بہت اہم ہیں مگر نیت کے فساد سے جہنم میں سب سے پہلے ڈالے جائیں گے۔

بیع اور تجارت کے بارے میں باوجود ان ساری فضیلتوں کے جو اوپر گذریں اگر سود شامل کر دیا جائے تو ثواب کے بجائے کس قدر سخت عذاب کا مستحق ہو جاتے۔ شہادت اور علم کی فضیلت مسلّم اور کتنی آیات و روایات ان کے فضائل میں وارد ہوتی ہیں مگر نیت کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جانے والا سب سے پہلا طبقہ بھی وہی ہے۔ اجارہ کے بھی فضائل گذر چکے ہیں مگر اوقات اجارہ میں اگر کچھ کوتاہی

ہو تو وبال جان ہے۔

حضرت مولانا مظہر صاحبؒ نانوتوی کے متعلق مشہور ہے کہ اگر اوقات مدرسہ میں کوئی شخص ذاتی کام کے لئے آجاتا تو حضرت پہلے سے گھنٹہ دیکھ لیتے اور اس کے جانے کے بعد دوبارہ گھنٹہ دیکھ کر جتنے منٹ اس میں خرچ ہوتے نوٹ کر لیتے اور آخر ماہ میں سب جمع کر کے تنخواہ میں سے وضع کرا دیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا معمول ان کی سوانح قاسمیؒ میں لکھا ہے کہ منشی ممتاز علی صاحب نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ قائم کیا اور مولوی صاحب (مولانا نانوتویؒ) کو پرانی دوستی کے سبب بلالیا، وہی تصحیح کی خدمت تھی۔ یہ کام برائے نام تھا مقصود ان کا مولوی صاحب کو اپنے پاس رکھنا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود منشی ممتاز علی صاحب مالک مطبع کی جانب سے کسی قسم کا کوئی قدغن آپ کے کام کے متعلق نہیں تھا بلکہ حضرت والا کے قیام ہی کو کافی معاوضہ وہ خیال کرتے تھے۔ یہ منشی صاحب کی شرافت اور علمی قدر دانی تھی لیکن آپ دیکھ رہے ہیں خود حضرت والا کے اندر اپنی ذمہ داری کا احساس کتنا زندہ اور کتنا بیدار تھا کہ سارے کاموں پر خود فرماتے ہیں کہ مطبع کا کام مقدم ہے۔ اور گو کتابوں میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن بتواتر دیوبندی حلقہ کے علماء میں جو یہ مشہور رہے کہ حضرت نانوتوی مطبع میں تصحیح کا کام جب کیا کرتے تھے تو کام کا جو وقت تھا اگر ٹھیک اس وقت تک کسی وجہ سے پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی خواہ منٹ دو منٹ کی تاخیر ہی کیوں نہ ہو تو اس کو فوراً نوٹ کر لیتے۔ درمیان میں یا آخر میں اسی قسم کا عذر پیش آجاتا تو بھی یہی کرتے اور مہینہ جب ختم ہوتا تو مہینہ بھر کے ان منٹوں کی میزان دی جاتی اور تنخواہ کو گھنٹوں کے حساب پر بچھا کر اتنی تنخواہ یا معاوضہ کے کٹوانے پر اصرار فرمایا جاتا۔ آخر جب خود فرماتے ہیں "از ہمہ مقدم کار مطبع است" تو آپ کے طرز عمل سے کیوں تعجب کیا جائے۔

میرے حضرت مرشدی سہارنپوریؒ کا قصہ مشہور ہے اور میرے کئی رسالوں

میں مفصل آچکا ہے اور اس رسالہ میں بھی صفحہ ۵۳ میں گذر چکا ہے کہ سنہ ۳۳ھ میں
جب سفر حجاز کے یکسالہ قیام کے بعد واپسی ہوئی اور کبھی میرے والد صاحب کے
انتقال کا تار پہنچا تو مدرسہ میں تنخواہ لینے سے انکار فرمادیا اور یہ فرمایا کہ میں اپنے
ضعف اور پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کر سکتا لیکن اب
تک مولانا یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں
لیتے تھے وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس
سے زیادہ کام کرتے تھے اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کا پورا
کام بخوبی نہیں کر سکتا اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں۔ اس پر حضرت اقدس
شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں بالآخر تدریس کی
تنخواہ موقوف ہو کر نظامت کی تنخواہ تجویز ہوئی۔

الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں لکھا ہے کہ حضرت مدنی جتنے دن پڑھاتے تھے
اس کے علاوہ ایک دن کی تنخواہ لینا بھی گوارا نہ تھا، بارہا ایسا ہوا کہ سفر مدرسہ کے سلسلہ
میں کیا مگر تنخواہ صرف ایام تعلیم ہی کی لی۔ آخری بیماری میں ایک ماہ کی رخصت
بیماری کا قانونی حق تھا لیکن رخصت نہیں لی۔ اور اس ایک ماہ کی تنخواہ دارالعلوم
کی طرف سے بھیجی گئی تو یہ فرما کر واپس کر دی کہ میں نے پڑھایا ہی نہیں تو تنخواہ کیسی
آپ کی وفات کے بعد اس رقم کو لیکر مہتمم صاحب آپ کے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ
کی اہلیہ سے عرض کیا کہ شرعاً یہ پیسہ لینا حلال ہے۔ حق ہے۔ حضرت نے تو زہد و تقویٰ کی وجہ
سے نہیں لیا تھا آپ فرمائیں تو آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ انہوں نے شکریہ کے ساتھ
رقم واپس کر دی اور فرمایا کہ جس چیز کو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا میں
کیسے پسند کر سکتی ہوں۔ حضرت نے جب ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم کی صدارت منظور
فرمائی تھی اس وقت چند شرطیں پیش کی تھیں جو دارالعلوم کی شوریٰ نے منظور کی
تھیں۔ ان میں شرط ۱۹ یہ تھی کہ مجبوراً وقات میری خدمات تعلیمیہ کے ہوں ان کی پابندی
میں جو کچھ تقصیر ہو اس پر حساب کر کے تنخواہ کاٹی جائے۔" مکتوبات مرتبہ جناب

افضال الہٰی دیوبندی میں لکھا ہے کہ حضرتؒ نے ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ میں بنام جناب مہتمم صاحب ایک درخواست پیش کی جس پر یہ تحریر فرمایا کہ " آنجناب میری تنخواہ میں سے تمام ایام غیبوبت کی تنخواہ حسب قاعدہ وضع فرمالیا کریں بلکہ وہ ایام بھی موضوع میں شمار کرلیا کریں جن کو میری شروط میں با اعتبار کرنا قرار دیا گیا ہے "

زراعت کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مشکوٰۃ ص۲۵۴ میں نقل کیا ہے۔

عن سعید بن زیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من اخذ شبرًا من الارض ظلمًا فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین۔ (متفق علیہ)

حضرت سعید بن زیدؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایک بالشت زمین بھی ظلم سے لے لے تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا یہ ٹکڑا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

ان سب کے بعد نہایت ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ کسب کے اور ہر عمل میں شریعت مطہرہ کی رعایت ضروری ہے جس کو احیاء العلوم ص۶۲ میں مستقل باب کے تحت بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

" بیع اور شراء کے ذریعہ مال حاصل کرنے کے مسائل کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے جو اس شغل میں لگا ہوا ہو۔ کیونکہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس سے ان تمام مشاغل کا علم طلب کرنا مراد ہے۔ مشغلہ رکھنے والوں کو جو مسائل کی حاجت ہو اور کسب کرنے والا کسب کے مسائل جاننے کا محتاج ہے اور جب اس سلسلہ کے احکام جان لیگا تو معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں سے واقف ہو جائے گا لہٰذا اس سے بچے گا اور ایسے شاذونادر مسائل جو باعث اشکال ہوں گے ان کے ہوتے ہوئے معاملہ کرنے میں سوال کرکے علم حاصل کرنے تک توقف کرے گا کیونکہ

جب کوئی شخص معاملات کو فاسد کرنے والے امور کو اجمالی طور پر نہ جانے تو اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ میں کس کے بارے میں توقف کروں اور سوال کر کے اس کو جانوں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں پیشگی علم حاصل نہیں کرتا۔ اس وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آجائے۔ جب کوئی واقعہ پیش آئے گا تو معلوم کر لوں گا۔ تو یہ اس شخص کو جواب دیا جائے گا کہ جب تک تو اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں کو نہ جانے گا تجھے کیسے پتہ چلے گا کہ مجھے فلاں موقع پر معلوم کرنا چاہیئے۔ جسے اجمالی علم بھی نہ ہو وہ برابر تصرفات کرتا رہے گا اور ان کو صحیح سمجھتا رہے گا۔ لہٰذا علم تجارت سے اولاً اسقدر جاننا ضروری ہے کہ جس سے جائز و ناجائز میں تمیز ہو اور یہ پتہ چل سکے کہ کون سا معاملہ وضاحت کے ساتھ جائز ہے اور صحیح ہے اور کس میں اشکال ہے۔

اور التراتیب الاداریہ صـــ ۱۷ میں بھی ایک باب قائم کیا ہے کہ۔

"شروع زمانہ اسلام میں اس وقت تک لوگ بیع و شراء نہیں کرتے تھے جب تک کہ اس کے احکام اور آداب کو نہ سیکھ لیتے تھے اور یہ کہ خرید و فروخت میں سود سے کیسے بچیں گے۔"

چنانچہ اس باب کے تحت آگے تحریر فرماتے ہیں۔

امام شافعی نے "الرسالہ" میں اور امام غزالیؒ نے "احیاء العلوم" میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ کسی مکلف کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی معاملہ پر اقدام کرے یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس میں کیا ہے اور امام قرافی مالکیؒ نے "کتاب الفروق" میں فرمایا ہے کہ جو خرید و فروخت کا کام کرے اس کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ یہ سیکھے کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے کیا چیز مشروع فرمائی ہے اور جو اجارہ داری کرے اس کے ذمہ یہ واجب ہے کہ اجارہ کے احکام کو جانے اور جو قرض کے لین دین کا معاملہ کرے اس کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالےٰ کے احکام کو

سیکھے اور جو نماز پڑھے اس کے ذمہ اس نماز کے احکام جاننے ضروری ہیں۔ اور اس قاعدہ پر قرآن کی وہ آیت دلالت کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا ہے۔ انی اعوذ بک ان اسأئلک مالیس لی بہ علم۔ یعنی جس سوال کے جواب کا علم نہیں اس سے پناہ چاہتا ہوں۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس بات پر عتاب کیا گیا کہ وہ اپنے لڑکے کے بارے میں سوال کر بیٹھے کہ (طوفان کے وقت) اس کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں لے لیں (تاکہ وہ غرقابی سے بچا رہے) اور یہ بات پہلے نہ معلوم کر سکے کہ یہ طلب ٹھیک بھی ہے یا نہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ عتاب اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ جواب دونوں اس بات پر دال ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے اس کے متعلق جواز و عدم جواز اور متعلقہ احکام کا جاننا ضروری ہے۔ دوسری آیت میں ہے۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم۔ (جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمدت کیا کرو (بیان القرآن)) اس آیت میں اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کو غیر معلوم کے اتباع سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا کسی کام کو شروع کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس کام کا علم نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم (ہر مسلمان پر علم سیکھنا ضروری ہے۔) امام شافعی رحمہ نے فرمایا ہے کہ طلب علم دو طرح پر ہے۔ ایک فرض عین دوسرا فرض کفایہ۔ فرض عین تو ہر وہ علم ہے جس سے واسطہ پڑے اور اس کے علاوہ کا علم فرض کفایہ ہے۔

اور کتاب "المدوحۃ المشتبکۃ" میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ عجمی (جہلاء) لوگ ہمارے بازاروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک خرید و فروخت کے احکام کو نہ جان لیں۔ اور اس کی اصلیت

بھی حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ والہ وسلّم کے فعل سے ملتی ہے، کیونکہ آپ بھی ہر اس شخص کو جو کوئی کام کرنا چاہتا تھا اس کے احکام اور ضروریات سکھایا کرتے تھے۔

اور حاجی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مختصر ابن ابی جمرہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کا قول ہے کہ جو بیع وشراء کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کے لئے خرید وفروخت کا معاملہ کرنا اور بازار میں بیٹھنا جائز نہیں اور یہ کہ جو یہ کرنا چاہے اس پر بہت ضروری ہے کہ پہلے اس کے احکام کو سیکھے اور اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے، اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب القراض میں فرمایا ہے۔ اور مدونہ، میں فرمایا ہے کہ میرے نزدیک لین دین کا معاملہ کرنا اس شخص کے لئے درست نہیں جو (اپنی جہالت کی وجہ سے) حرام کو حلال کرے یا حلال حرام میں تمیز ہی نہ کرتا ہو، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کو انہوں نے یہ کہکر بازار بھیجا کہ جو خرید وفروخت کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کو بازار سے نکالدے اور "مدخل ابن الحاج" میں ہے کہ کبھی کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو کوڑے بھی لگایا کرتے تھے جو احکام جانے بغیر خرید وفروخت کرنے بیٹھ جاتا اور فرماتے ہمارے بازاروں، میں وہ شخص نہ بیٹھا کرے جو سود کو نہ جانتا ہو، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس شخص کو بازار سے نکلوا دینے کا حکم فرمایا تھا جو احکام کو نہ جانتا ہو تاکہ (اپنی مسائل سے جہالت کی وجہ سے) لوگوں کو سود نہ کھلادے، اور حلبی نے سیدی ابو محمد سے سنا کہ ان کے زمانہ میں محتسب (داروغہ) بازار میں جاتا اور (ہر ہر) دوکان پر ٹھہرتا اور دوکاندار سے اس کے متعلقہ مسائل پوچھتا کہ کس طرح کرنے سے سود ہو جائے گا۔ اور کیسے سودی کام سے بچے گا۔ اگر وہ صحیح صحیح جواب دے دیتا تو اس کو چھوڑ دیتا اور جو ان احکام میں سے کسی سے بھی لاعلمی کا اظہار کرتا اس کو نکال دیتا اور کہتا کہ تمہارے لئے مسلمانوں کے بازار

میں بیٹھنا جائز نہیں تم لوگوں کو سود اور ناجائز چیزیں کھلاتے ہو؟ اور ابو طالب مکی کی "قوت القلوب" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں گھوما کرتے اور بعض تجار کو (احکام نہ جاننے کی وجہ سے جیسا کہ پہلے گذرا) کوڑے بھی لگاتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار میں صرف احکام بیع جاننے والے ہی خرید و فروخت کریں ورنہ خواہ مخواہ سود کھا ہی لیں گے۔

اور "کنز العمال" میں مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی آدمی خرید و فروخت کیا کرے جو دینی مسائل جانتا ہو۔

اور "تنبیہ المغترین" میں لکھا ہے حضرت امام مالک رحمہ اللہ حکام کو فرماتے تو وہ تاجروں اور بازاری لوگوں کو حضرت امام کے سامنے پیش کرتے۔ امام صاحب ان سے سوالات کرتے۔ اگر کوئی ایسا شخص ان میں سے پاتے جو احکام معاملات کی سوجھ بوجھ نہ رکھتا ہو۔ اور حلال وحرام میں تمیز نہ کرنے والا ہو تو اس کو بازار سے نکلوا دیتے اور اس کو فرماتے کہ (پہلے) خرید و فروخت سے متعلق مسائل کو سیکھو پھر بازار میں بیٹھو۔ کیونکہ اگر مسائل سے ناواقف ہوگا تو سود کھائے گا۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے شرح مختصر میں امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ تاجروں کی شہادت کسی معاملہ میں اس وقت تک مقبول و جائز نہیں جب تک وہ اپنے متعلقہ خرید و فروخت کے مسائل کو نہ سیکھ لیں۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بیع و شراء کے احکام کو نہ جان لے کہ کیا جائز ہے۔ اور کیا نہیں۔

اور فتاویٰ بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک بیوع سے متعلق مسائل کو زبانی یاد نہ کرلے

اور پہلے زمانہ میں تجار جب سفر کرتے تھے (اور خود مسائل سے ناواقف ہوتے تھے) تو اپنے ساتھ کسی فقیہ کو بھی رکھا کرتے تھے تاکہ اس سے مسائل پوچھتے رہیں۔ الخ

حضرت امام محمدؒ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تقوی کے بارے میں ایک کتاب لکھ دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بیوع کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھدی ہے ان مسائل کا خیال کرکے جب کوئی شخص خرید و فروخت کرے گا اور ناجائز سے بچے گا تو متقی ہوگا۔ اس کا کسب حلال ہوگا۔ اور عمل اچھا ہوگا۔ (بلوغ الامان صـ)

حضرت تھانویؒ نے ان معاملات میں ایک رسالہ "صفائی معاملات" کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں تجارت کی بہت جزئیات الگ الگ لکھی ہیں اس کو مطالعہ میں رکھنا بہت مفید ہے اس کے اخیر میں لکھا ہے۔

"تصحیح معاملات کا اہم اجزائے دین سے ہونا اور اس میں کم توجہی کا گلہ رسالہ ہذا کے خطبہ میں عرض کیا گیا ہے۔ اخیر میں اس تصحیح معاملات کے اعظم ثمرہ کہ اکل حلال ہے۔ بتلانا اور غذائے حلال کے برکات اور غذائے حرام کے ظلمات کو جتانا مناسب معلوم ہوا۔ اس لئے پانچ احادیث نبویہ کا خلاصہ ترجمہ اور سات شعر "مثنوی معنوی" اور پندرہ شعر "نان وحلوہ" کے جو اس مضمون کی شہادت دیتے ہیں حوالہ قلم ہوتے ہیں تاکہ ناظرین کو عبرت و توجہ ہو اور غفلت مبدل بہ تنبیہ۔ مسند احمد اور شعب الایمان بیہقی اور سنن دیلمی میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے جو ارشادات روایت کئے گئے ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ کسب حلال بھی نماز، روزہ فرائض کے بعد فرض ہے اور کسب حلال سے آدمی مستجاب الدعوات ہوجاتا ہے۔ اور ایک لقمہ حرام بھی جو منہ تک جاتا ہے اس کے وبال سے چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی اور اگر دس درہم کی

پوشاک میں ایک درہم یعنی چار آنے کی بھی مقدار حرام مال ہو تو جب تک وہ اس بدن پر رہتا ہے نماز مقبول نہیں ہوتی۔ اور حرام مال سے نہ صدقہ خیرات قبول ہو نہ اس سے خرچ کرنے میں برکت ہو اور جو مرے پیچھے چھوڑ جائے وہ اس کو دوزخ میں لیجانے کے لئے رہبر ہو جاتا ہے۔ اور جو بدن حرام مال سے پلا ہو وہ جنت میں نہ جائے گا۔ بلکہ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔

حضرت تھانوی ؒ نے "نان وحلوہ" کے اشعار لکھ کر ان کا خلاصہ یہ لکھا ہے۔

"اشعار میں حلال غذا کے جو خواص مذکور ہیں یہ ہیں۔ نور، کمال علم حکمت، عشق، خیالات نیک، ہمت، حضوری قلب۔

اور حرام غذا کے یہ آثار ہیں۔ دوری از دین، سلب نور عرفان، غلبہ نفس، کم ہمتی در طاعت، بربادی دین۔

اور اشعار میں جو علاج اس حرام کی ہوس سے بچنے کا بتلایا ہے۔ وہ قناعت ہے اور اپنی خوراک و پوشاک اور اخراجات میں سادگی و اختصار کرنا ہے اور تکلفات و آرائش و نمائش کو ترک کرنا۔ پس لازم ہے کہ وعیدات و آثار مذکورہ پر نظر کر کے جلدی بطریق مذکورہ علاج کریں"

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "جواہر الفقہ" کے مجموعہ میں ایک رسالہ "ناجائز معاملات پر ایک تصنیفی خاکہ" کی تمہید لکھی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے تو یہ واضح ہو گیا کہ اسلامی قانون پر تنگی اور سختی کا الزام سراسر بہتان اور غلط ہے۔ جو کچھ تنگی و دشواری ہے وہ محض عام مسلمانوں کی آزادی سے ہے کہ ان کے نزدیک حلال و حرام میں کوئی فرق نہیں۔ ایک معاملہ جو ذرا سے تغیر کے ساتھ حلال ہو سکتا تھا اس کو اپنی بے فکری سے حرام طریق پر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ اشکال ابھی تک باقی رہ جاتا ہے کہ تنگی خواہ مسلمانوں کی بے فکری سے ہو مگر حلال

روزی حاصل کرنے والے کے لئے دشواریاں تو بہرحال پیدا ہوگئیں وہ ایسی صورت میں کیا کرے۔ سو جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ انسان دنیا کی چندروزہ راحت یا بعض انسانوں کو راضی کرنے کے لئے ہزاروں قسم کی مشقتیں اور مصائب جھیلتا ہے اگر آخرت کی دائمی حیات اور غیر فانی نعمتوں کے لئے اپنے مالک کو راضی کرنے کے لئے بھی اگر کچھ مشقت اٹھائے تو کوئی بڑی بات نہیں بالخصوص جبکہ مشقت اٹھاکر حلال روزی حاصل کرنے کی صورت میں اس کا اجر و ثواب بھی بہت بڑھ جائے گا۔ جیساکہ حدیث صحیح میں اس کا وعدہ ہے دوسرے حق تعالےٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ جو شخص اس کی رضاجوئی کی فکر میں لگتا ہے وہ اس کے لئے مشکلات میں بھی آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں

قال اللہ تعالیٰ۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

یعنی جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے۔ اور اس کا مشاہدہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں جسقدر معاملات باطلہ اور فاسدہ پیش آتے ہیں یا جو مجبوریاں ملازمتوں میں پیش آتی ہیں ان کو لکھ کر علماء سے سوال کیا جائے کہ ان میں گناہ اور حرام سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر بتلائی جائے تو یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ سارے معاملات فاسدہ میں جواز کی صورتیں نکل آویں گی لیکن بامید قوی یہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر معاملات فاسدہ میں بہت معمولی اور آسان تغیر کر دینے سے جواز و حلت کی صورتیں پیدا ہوجاویں گی۔ اور جو کام وہ حرام کرتے ہیں حلال کرکے کرسکیں گے۔ لیکن کسی کو حلال کی فکر نہ ہو تو اس کا کیا علاج ہے؟" (جواہر الفقہ ص۳۵۲)

میں اپنی کتاب "اکابر علمائے دیوبند" میں لکھوا چکا ہوں کہ میری عمر جب بارہ برس کی تھی اور اپنے والد صاحب کے ساتھ گنگوہ سے سہارنپور منتقل ہوا تو میرے والد صاحب کا معمول یہ تھا کہ اوقات مدرسہ میں مدرسہ

میں رہتے اور اس کے علاوہ خالی اوقات میں سونے اور کھانے کے اوقات گھر گذارتے اور ان دونوں وقتوں کے علاوہ جو وقت بچتا مدرسہ کے قریب موچیوں کی مسجد میں گذارتے ایک مرتبہ میرے والد صاحب عصر کے بعد موچیوں کی مسجد میں کنویں کے قریب تشریف فرما تھے اور دو تین ولایتی، طالب علم کنویں پر کھڑے ہوئے دمادم کنویں سے ڈول کھینچ کر والد صاحب پر ڈال رہے تھے۔ ایک ختم نہیں ہوتا تھا کہ دوسرا شروع ہو جاتا تھا۔ مولوی امداد کے والد حافظ مقبول مرحوم بھی میرے والد صاحب کے معتقدین میں تھے اور وہ بھی اکثر عصر کے بعد وہاں چلے جایا کرتے تھے۔ وہ کہنے لگے حضرت جی! یہ اسراف نہیں؟ میرے والد صاحب نے فرمایا تمہارے لئے اسراف ہے میرے لئے نہیں، انہوں نے کہا یہ کیا بات؟ والد صاحب نے فرمایا تو جاہل اور میں مولوی! حافظ جی نے کہا یہ تو وہی بات ہو گئی جو لوگ کہیں کہ یہ مولوی اپنے واسطے ہر چیز کو جائز کر لیں، میرے والد صاحب نے کہا کہ مولوی تو اس فقرہ پر خواہ مخواہ شرمندہ ہوں۔ وہی کام تم اگر کرو تو ناواقفیت کی وجہ سے گناہ ہوگا۔ اور مولوی اسی کام کو جائز کر کے کرے گا۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو میرے ابا جان نے فرمایا کہ عربی پڑھو۔

میرے والد صاحب کا عام مقولہ تھا کہ یہ مشغول لوگ بالخصوص، وکلاء۔ یا انگریزی اسکولوں کے ماسٹر مجھے ۲۴ گھنٹے دیدیں تو میں انہیں مولوی بنا دوں اور یہ تفریحی فقرہ نہیں تھا بلکہ ان کے نصاب کے پڑھے، ہوئے کئی وکلاء اس زمانہ کے اس سے بھی کم وقت میں اچھے خاصے مولوی ہو گئے۔ وہ ۲۴ گھنٹے مسلسل نہیں مانگتے تھے بلکہ ہر اتوار کو دو گھنٹے مانگتے تھے اور ان دو گھنٹوں میں اتنا کام ان کے سپرد کر دیتے تھے کہ اگلے اتوار تک اس کو یاد کر کے اور مشق کر کے لاؤ۔ اس زمانہ کے مشہور وکیل مولوی شہاب الدین اور مولوی منفعت علی صاحب جو بعد میں مسلم لیگ

سہارنپور کے صدر ہوئے اور حضرت تھانوی کے مجاز صحبت بھی ہو گئے تھے اسی طرح کے پڑھے ہوئے تھے۔

اور مولوی شبیر علی صاحب کا جو خط میں نے اکمال الشیم کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اس میں بھی اس طرز تعلیم کا ذکر کیا ہے۔ حافظ مقبول صاحب اصرار کرتے رہے اور میرے والد صاحب اس پر اصرار کرتے رہے کہ عربی پڑھو مولوی ہو جاؤ گے۔ اس وقت تو یہ اسراف والا واقعہ میری بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر جب مشکوٰۃ شریف پڑھی اور باب الربوا میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث پڑھی جس میں ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں برنی کھجور لائے جو بہت عمدہ ہوتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ کہاں سے لائے۔ انہوں نے عرض کیا میرے پاس گھٹیا کھجوریں تھیں اس میں سے دو صاع (ایک پیمانہ) کے بدلہ میں یہ ایک صاع بڑھیا خرید لی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہائے ہائے یہ تو عین سود ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ایسا کبھی نہ کیجیو۔ اگر ایسا کرنا چاہو تو ردی کھجوروں کو فروخت کر دو اور ان داموں سے عمدہ کھجوریں خرید لو، اس وقت معًا مجھے موچیوں کی مسجد کے ڈول یاد آگئے کہ مولوی اور جاہل میں یہ فرق ہے کہ دو صاع ردی تمر کے بدلے میں ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدنی یقیناً عین ربوا ہے لیکن جو ترکیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے بتلائی کہ ان ردی کھجوروں کو مثلاً ایک روپیہ میں بیچ دو اور اسی ایک روپیہ سے عمدہ کھجوریں ان سے آدھی خرید لو۔ بات تو ایک ہی رہی کہ جاہل آدمی اگر دو صاع گھٹیا کھجور کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ خریدے گا تو عین ربوا ہو گا اور مولوی گھٹیا دو صاع کھجوروں کو ایک روپیہ میں بیچ کر اس ایک روپیہ کی عمدہ کھجوریں ایک صاع خرید لے تو یہ ربوا نہیں رہا۔ دیکھنے میں تو بات ایک ہی رہی کہ دو صاع گھٹیا کھجوروں

کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ مل گئی مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جو ترکیب بتلادی اس سے ذرا سے تغیر سے ربوا ہونے سے نکل گئی

ہمارے مدرسہ کے مہتمم اوّل حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب نوراللہ تعالیٰ مرقدہٗ کا معمول یہ تھا کہ مدرسہ کے چندہ میں جو زیورات آتے ان کو کسی دوسرے کے ہاتھ نہیں فروخت کراتے تھے بلکہ خود بہ نفس نفیس گھر آتے جاتے وقت فروخت کیا کرتے تھے۔ اور ہیرا نام ایک بہت بڑا صراف تھا اسی سے معاملہ ہمیشہ کیا کرتے تھے اور وہ بھی مہتمم صاحب کا اتنا معتقد ہو گیا تھا کہ بہت رعایت مہتمم صاحب کی کیا کرتا تھا۔ جب طلائی زیور فروخت کرتے تو اوّل اس صراف سے چاندی کے روپے قرض لیا کرتے اور اس سے خرید و فروخت کرکے پھر اس کے روپے واپس کرکے چلے آتے وہ بہت غور سے دیکھا کرتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور جب چاندی کے زیور کی خرید و فروخت ہوتی تو اس سے پہلے اشرفیاں قرض لیتے اور اس سے معاملہ کرنے کے بعد پھر واپس کر دیتے۔ وہ پوچھتا مولانا صاحب! اس ہیر پھیر میں کیا فائدہ ہوا بات تو ایک ہی رہی تو مہتمم صاحب اس کو سمجھایا کرتے کہ ہمارے مذہب میں چاندی سونے کی فروخت میں خاص طریقہ ہے اور اسے سمجھاتے وہ صراف بھی بیع صرف کے مسئلہ میں اتنا ماہر ہو گیا تھا کہ عام لوگوں کو تو پہلے ہی مسئلہ بتا دیا کرتا تھا مگر جب مولوی قسم کا کوئی آدمی اس کے یہاں پہنچتا اول تو وہ صراف عام طریقہ سے بیچ دیتا اور جب وہ مولانا صاحب اٹھتے تو وہ صراف کہتا مولانا صاحب ذرا تشریف رکھیئے یہ جسطرح خریدا ہے یہ آپ کے مذہب میں ناجائز ہے۔ اکثر مولوی تو یہ لفظ سن کر جھکراتے اور بعض جو شیلے اس سے کہتے کہ ہمارے مذہب سے ہم واقف ہیں یا تو، بہت بوڑھا تھا وہ کہتا مولانا صاحب پہلے تشریف رکھیئے خفا نہ ہوئیے، میری بات سنیئے پھر اسے سمجھاتا کہ آپ کے مذہب میں اس طرح جائز ہے تو وہ بھی سوچ میں پڑجاتے اور شرما جاتے اس لئے کہ اصل

مسئلہ میں وہ مولانا صاحب جاہل ہوتے تھے اور وہ مشرک مسئلہ کا واقف ہوتا تھا۔

منتہی کے اعتبار سے بات تو ایک ہی رہتی لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھجوروں کی طرح سے ذرا سے تغیر سے وہ ناجائز معاملہ جائز بن جاتا۔ الخ

اس کی مثالیں مطولات میں بہت کثرت سے لکھی گئی ہیں ان سب کا لکھنا تو بہت طول ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تجارت ہو یا زراعت یا اجارہ۔ ہر چیز میں حلال وحرام کی تفتیش بہت ضروری ہے۔ عوام کے دیکھنے کی چیز تو نہیں مگر اہل علم اور عربی داں لوگوں کے لئے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ کتاب الکبائر علامہ ذہبی کی الزواجر عن اقتراف الکبائر ابن حجر مکی کی۔ اور احیاء العلوم غزالی کی کتاب الحلال والحرام والاحیہ۔

علامہ ذہبی نے کتاب الکبائر میں لکھا ہے کہ۔

"اٹھائیسواں کبیرہ گناہ حرام کا کھانا اور استعمال کرنا کسی بھی طریقے سے ہو"

امام ذہبی نے اول آیت شریفہ۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل نقل کی ہے اور اس کا مطلب لکھا ہے کہ کوئی کسی کا مال باطل کے ذریعہ سے نہ کھائے۔ پھر لکھا ہے کہ باطل طریقہ سے کھانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلم کے طریقہ پر ہو مثلاً غصب، خیانت اور چوری کے ذریعہ حاصل کرے دوسرے یہ کہ مذاق کے طور پر لے لے جیسے جوئے میں اور دوسرے کھیل کے مواقع پر لے لیتے ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق طریقہ پر گھسے چلے جاتے ہیں صوان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کا سفر لمبا ہو۔ بال بکھرے ہوئے ہوں جسم غبار آلود ہو وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہہ کر دعائیں کر رہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے پینا حرام ہے۔ اور لباس حرام ہے اور حرام ہی سے پلا ہو سو ان حالات میں اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ آپ نے فرمایا اے انس اپنی کمائی حلال رکھو تمہاری دعا قبول ہو گی کیونکہ جو کوئی شخص حرام کا کوئی لقمہ منہ میں لیتا ہے تو چالیس دن تک اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کر دیئے ہیں۔ جیسا کہ ارزاق بانٹ دیئے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو دیتا ہے۔ جس سے محبت فرماتا ہے اور اس کو بھی جس سے محبت نہیں فرماتا مگر دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے سو جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دیا اس کو اللہ تعالیٰ نے محبوب بنا لیا اور جو کوئی بندہ مال حرام کمائے گا پھر اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہو گی۔ اور اس میں سے صدقہ کرے گا۔ تو قبول نہ ہو گا۔ اور اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو یہ مال دوزخ میں لے جانے کے لئے اس کا توشہ ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی کے ذریعہ مٹاتا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے۔ جس نے اس میں سے حلال طریقہ پر مال کمایا اور اسے حق کے راستوں، میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ثواب دے گا۔ اور جنت عطا فرمائے گا اور

جس نے اس دنیا میں حلال کے سوا دوسرے طریقہ پر مال کمایا اور اسے ناحق طریقوں میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلت کے گھر یعنی دوزخ میں داخل کرے گا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خواہش نفس کے مطابق حرام مال میں گھس جاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے۔ اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ مال کہاں سے کمایا اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اسے دوزخ کے کس دروازہ سے داخل کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں حرام ڈالے

حضرت یوسف بن اسباطؒ کا ارشاد ہے کہ کوئی جوان آدمی جب عبادت گذار بن جاتا ہے۔ تو شیطان اپنے مددگاروں سے کہتا ہے کہ دیکھو اس کی خوراک کہاں سے ہے۔ سو اگر اس کا کھانا پینا ناجائز طریقہ سے ہو تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ چھوڑو اسے اپنے نفس کو عبادت میں تھکاتا ہے۔ اور بیکار محنت کرتا رہے۔ تمہیں اس کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اس کی یہ عبادت حرام کا استعمال کرتے ہوئے نفع نہ دے گی۔ اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابھی گذری کہ کھانا پینا لباس حرام ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ ایک فرشتہ بیت المقدس پر روزانہ رات کو اور دن کو یہ آواز لگاتا ہے کہ جس شخص نے حرام کھایا اللہ تعالےٰ اس کا فرض، نفل، کچھ قبول نہیں فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا ارشاد ہے کہ شبہ کی وجہ سے میں ایک درہم واپس کر دوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک لاکھ اور ایک سو درہم صدقہ کروں۔

اور حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے مروی ہے کہ جو شخص حرام مال سے حج کرے اور جب وہ لبیک کہے تو اسے جواب میں فرشتہ کہتا ہے کہ نہ تیرا لبیک معتبر ہے نہ سعدیک، تیرا حج تیرے ہی اوپر لوٹا دیا گیا۔

اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی دس درہم کا کپڑا خریدے اور ایک درہم بھی اس میں حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر ہے اس کی کوئی نماز مقبول نہیں۔

اور وہب بن وردؒ نے فرمایا کہ اگر تم ستون کی طرح سے کھڑے رہو (یعنی نماز میں) تو یہ تمہیں کچھ نفع نہیں دے گا جب تک تم یہ نہ تحقیق کر لو کہ تمہارے پیٹ میں کیا جا رہا ہے۔ حلال یا حرام۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام کھانا داخل ہو گیا ہو جب تک وہ اس سے توبہ نہ کر لے۔

اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ جو شخص حرام مال نیک کام میں خرچ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا ناپاک کپڑا پیشاب سے پاک کرے۔ حالانکہ ناپاک کپڑے کو صرف پانی ہی پاک کر سکتا ہے۔ اسی طرح گناہ کو بھی حلال ہی مٹا سکتا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائیں۔

اور کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ وہ جسم جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔

علماء نے کہا ہے کہ اس باب میں (حرام کھانے میں) ٹیکس لینے والا،

خیانت کرنے والا، چور، ڈاکو، سود لینے والا، دینے والا، یتیم کا مال کھانے والا، جھوٹی گواہی دینے والا، اور کسی کی چیز مانگنے پر لیکر انکار کر دینے والا، رشوت لینے والا، ناپ تول میں کمی کرنے والا، اور عیب دار چیز کے عیب کو چھپا کر بیچنے والا، جوا کھیلنے والا، جادوگر، نجومی، تصویر بنانے والا، زانیہ عورت، اجرت پر رونے والی عورت، اور وہ دلال جو بائع کی اجازت کے بغیر اپنی اجرت لے اور خریدنے والے کو زائد دام بتائے، اور آزاد شخص کو بیچ کر کھانے والا۔ یہ سب بھی حرام کھانے والوں کی فہرست میں داخل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے۔ جن کے ساتھ تہامہ پہاڑ کی طرح سے نیکیاں ہوں گی۔ مگر جب ان کو پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالٰے ان سب کو ہباءً منثورًا (کالعدم) کر دیں گے۔ پھر ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ نمازیں پڑھتے تھے۔ روزے رکھتے تھے۔ زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ حج بھی کرتے تھے مگر ان سب کے باوجود جب کوئی ذرا حرام مال سامنے آیا اس کو بے دریغ لے لیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال کالعدم کر دیئے۔

اور بعض صالحین سے مروی ہے کہ جب موت کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ انہوں نے کہا اچھا ہی معاملہ ہوا لیکن اتنی بات ہے کہ ایک سوئی کی وجہ سے جنت کے داخلے سے روکا ہوا ہوں۔ یہ سوئی میں نے عاریۃً لی تھی پھر اسے واپس نہ کی۔ الخ۔

علامہ ذہبیؒ آگے ایک اور باب کے تحت فرماتے ہیں۔

"اٹھاسٹھواں کبیرہ گناہ ناپ تول وغیرہ میں کمی کرنا"

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔ ویل للمطففین الآیۃ۔ یعنی ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو ناپ تول میں لوگوں کے حقوق مارتے ہیں۔ اور جب اپنا حق لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو پورا پورا وصول کرتے ہیں۔ اور جب لوگوں کے حقوق دیتے ہیں تو کمی کرکے دیتے ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں"، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ "پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں"، کا کیا مطلب ؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

① جب بھی کسی قوم نے کیا ہوا عہد توڑا اللہ تعالٰی نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔

② اور جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالٰی کے اُتارے ہوئے فیصلہ کے علاوہ فیصلہ کیا تو ان میں محتاجگی (غربت) عام ہوگئی۔

③ اور جب بھی کسی قوم میں برائیاں (زنا) عام ہوتی ہیں تو اللہ تعالٰی ان پر طاعون مسلط کر دیتا ہے۔

④ اور جب بھی ناپ تول میں کسی قوم نے کمی کی اللہ تعالٰی نے خوش حالی ختم کر دی اور قحط سالی میں مبتلا کر دیا۔

⑤ اور جب بھی کسی قوم نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی اللہ تعالٰی نے بھی بارش روک دی۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ میں ایک پڑوسی کے پاس گیا جو نزع کی حالت میں تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ آگ کے دو پہاڑ ہیں۔ آگ کے دو پہاڑ ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا کہ میرے پاس دو پیمانے تھے ایک سے ناپ کر لیتا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا۔ (اور یہ آپس میں

چھوٹے بڑے تھے) مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں. میں ان دونوں کو لیکر ایک دوسرے پر مارنے لگا۔ تو اس نے کہا کہ تمہارے اس مارنے سے میرا عذاب اور زیادہ سخت اور بڑا ہوگیا، پھر وہ اسی مرض میں مرگیا۔ مطفف وہ ہے جو ناپنے اور تولنے میں کمی کرتا ہے۔ اس کو مطفف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اس طرح سے شئ لطیف یعنی معمولی سی ہی چیز چرا سکتا ہے۔ یہ کمی کرنا چوری اور خیانت اور حرام کھانے کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ویل یعنی شدت عذاب کی وعید ارشاد فرمائی. بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ اگر اس میں ساری دنیا کے پہاڑ بھی جلائے جائیں تو اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں۔ بعض سلف کا ارشاد ہے کہ میں ہر ناپنے والے اور تولنے والے کے بارے میں دوزخ میں جانے کا یقین رکھتا ہوں کیونکہ یہ مشغلہ رکھتے ہوئے کوئی کمی بیشی کرنے سے نہیں بچ سکتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی محفوظ کرے۔ بعض حضرات نے ذکر فرمایا کہ میں ایک مریض کے پاس گیا وہ مرض الموت میں مبتلا تھا میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا۔ لیکن اس کی زبان اس کلمہ کی ادائیگی پر نہیں چلتی تھی جب اسے کچھ ہوش آیا تو میں نے کہا کہ اے میرے بھائی کیا بات ہے میں تم کو کلمہ شہادت کی تلقین کرتا ہوں اور تمہاری زبان نہیں چلتی۔ وہ کہنے لگا میری زبان پر ترازو آڑے آجاتی ہے۔ جو مجھے بولنے نہیں دیتی۔ میں نے کہا کیا تو کم تولتا تھا۔ اس نے کہا نہیں۔ ہاں اتنی بات تھی کہ میں تولنے لگتا تھا تو ترازو کو درست کرنے کے لئے توقف نہیں کرتا تھا پس یہ اس شخص کا حال ہے جسے ترازو درست کرنے کا اہتمام نہ تھا پھر اس کا کیا حال ہوگا جو کم تولنے والا ہو۔ حضرت نافعؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ سوداگر کے پاس سے گذرتے تھے تو فرماتے تھے کہ تو اللہ تعالےٰ سے ڈر اور ناپ تول پوری کرنے کا اہتمام کر کیونکہ ان دونوں میں کمی کرنے والے میدان قیامت میں اس

حال میں کھڑے کئے جائیں گے کہ ان کا پسینہ نیچے سے لے کر ان کے کانوں کے آدھے حصہ تک ہوگا اور یہی حال اس تاجر کا ہے جو ناپ کر کپڑا وغیرہ بیچتا ہو جو بیچتے وقت خوب اچھی طرح ہاتھ سخت کر دیتا تاکہ ذرا سا بھی زیادہ نہ جائے۔ اور اپنے لئے ناپ کر خریدتا تھا تو اس خیال سے ہاتھ ڈھیلا کر دیتا تھا۔ کہ کچھ زیادہ آجائے بعض سلف کا ارشاد ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ایک ناقص دانہ کے بدلہ اتنی بڑی جنت چھوڑ دے جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے اور سخت افسوس ہے اس شخص کے لئے جو ایک دانہ زیادہ لینے پر اپنے لئے ہلاکت خریدتا ہو۔

میرا تو دل چاہتا تھا کہ اس رسالہ کو ذرا تفصیل سے لکھوں مگر مجھ پر آجکل امراض کا حملہ بہت زیادہ ہے اس واسطے ہر مضمون کو شروع کرتے ہوئے یہ خیال رہا کہ یہ پورا ہو گا بھی یا نہیں۔ اس لئے مجبوراً آج یوم دوشنبہ ۵ر صفر ۱۴۰۰ھ کو ختم ہی کر دیا۔ اللہ جل شانہ اس مختصر رسالہ کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اکل حلال اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سیہ کار کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ونبینا محمد وآلہ و اصحابہ ومن تبعہ الی یوم الدین، آمین

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
دامت برکاتہم مہاجر مدنی،

۵ر صفر ۱۴۰۰ھ

مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۷۹ء

مدینۃ طیبۃ